اردو کی نعتیہ شاعری

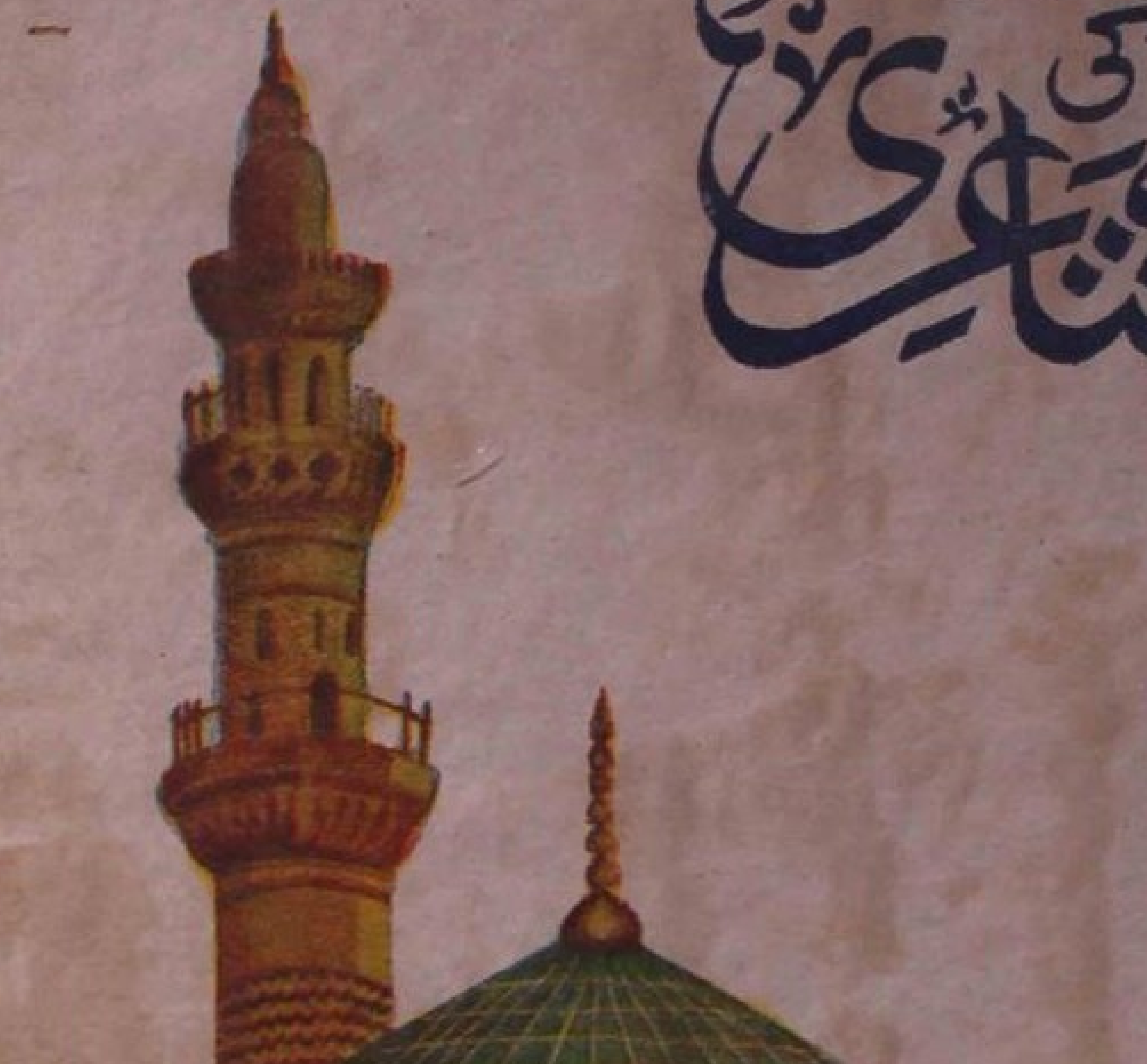

ھاتیک روضۃ تفوح نسیما   صلوا علیہ و سلموا تسلیما

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

۷۸۹
۹۲

اردو کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

بار اوّل ——— جنوری ۱۹۷۴ء
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ——— پانچ روپے

●

ناشر:- دانش اکیڈمی، ملکی محلہ، آرہ (بہار)

طباعت:- لیبل لیتھو پریس، رمنہ روڈ۔ پٹنہ ۴

●

ملنے کے پتے
• آستانۂ چشتیہ نظامیہ، شاہ ٹولی، دانا پور کینٹ، پٹنہ
• بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ ۴
• حاجی شرف الدین، تاجر کتب، آرہ (بہار)

انتساب

قبلۂ دل، کعبۂ نظر

حضرت ابی و شیخی علامہ قتیل داناپوری مدظلہٗ

کے نام

ناقۂ آمالِ مارا منزلِ دیگر کجاست
جز دیارِ لطفِ تو اے منبعِ احسانِ من

حرفِ آغاز

تقریباً چھ سال ہوئے۔ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہٗ نے اپنے رسالہ "جامِ نور" کے لئے مجھے "اُردو کی نعتیہ شاعری" پر ایک مضمون لکھنے کا حکم دیا۔ تعمیلِ ارشاد میں بعجلت ایک سرسری مضمون لکھ کر روانہ کر دیا، جو شائع بھی ہوا مگر اس مضمون کی تشنگی کا احساس برابر ہوتا رہا۔ فرصت ملی، تو اس مضمون کو کچھ بسط دینے کی کوشش کی۔ جوں جوں لکھتا رہا اس قلزم ذخار و بحر ناپیدا کنار کی وسعت کا اندازہ ہوا، بالآخر اپنے عجز کے شدید احساس نے اس تحریر کو گویا نامکمل ختم کرنے پر مجبور کیا۔

احباب کے مشورہ و اصرار پر اب یہ سرمایہ کتابی شکل میں پیشِ ناظرین ہے۔ یہ جرأت محض اس لئے ہو سکی کہ ابھی تک اُردو کے نعتیہ ادب پر ایسی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ کیا عجب اس موضوع پر کام کرنے کے لئے ان صفحات میں کچھ مل ہی جائے۔ میری بے بضاعتی نے سید احمد خاںؒ کے اس شعر سے سہارا لیا اور بس۔

خدا دادم، دلِ بریاں زعشقِ مصطفےٰ دارم
نہ دارد ہیچ کافر سازوسامانے کہ من دارم

برق عفی عنہٗ
۱۹ر شوال المکرم ۱۳۹۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

عربی و فارسی کی نسبت اُردو ایک بہت ہی کمسن زبان ہے، پھر بھی اُردو کا شعری ادب نہایت ہی اہم و گراں مایہ ہے۔ اس میں تقریباً تمام اصنافِ سخن کے عمدہ ترین نمونے اور شہہ پارے موجود ہیں۔ پیشِ نظر مضمون اُردو کی نعتیہ شاعری پر محض ایک طائرانہ نگاہ ہے۔ عربی و فارسی شاعری کو نعت گوئی میں آغاز و ارتقاء کا شرف حاصل ہے۔ بلکہ یہ صنفِ سخن ان زبانوں میں ہی اپنے تمام و کمال کو پہنچ چکی تھی، اس لحاظ سے اُردو ان زبانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بہرحال اُردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت سے ہی مومنہ اور کلمہ گو رہی۔ صوفیائے کرام اور مبلغینِ اسلام کے ہاتھوں دینِ متین کی ترویج و اشاعت کے لئے یہ پروان چڑھی اور شروع سے ہی اس کی توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعتِ رسولِ مقبولؐ جاری ہو گئی۔ اُردو میں بمشکل کوئی ایسا شاعر ملیگا جس نے ایک بھی نعتیہ شعر نہ کہا ہو۔ نعت اُردو شاعری کی بیحد مقبول صنف رہی ہے اس میں اہلِ حرم ہی نہیں۔ پرستارانِ دیر نے بھی دل نشیں و پر کیف حصہ لیا ہے۔ ہیئتی طور پر بھی یہ صنفِ شاعری غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، مربع، مخمس، مسدس، ترجیع بند، ترکیب بند، مستزاد حتّٰی کہ آزاد و معرّا پیکروں میں بھی موجود ہے۔

نعت۔ اس کلامِ منظوم کو کہتے ہیں، جو حضور انور محمد رسول اللہ

کہ شانِ اقدس میں زیبِ قرطاس ہو۔ نعت کی تعریف جب یہ ٹھہری، تو میں ایسا کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ اوّل اوّل خدائے قدوس نے ہی اپنے حبیبؐ کی مدح فرمائی، ان پر درود بھیجا اور ہمیں اس کا حکم دیا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو)

اللہ تعالیٰ جو خود سزاوار ہے ساری تعریفوں کا اپنے رسولؐ کی خوبیاں بیان فرماتا ہے۔ ہر چند کہ آیاتِ قرآنی منظوم نہیں، تاہم سورۂ والنجم اور سورۂ الرحمٰن کی مقفّٰی عبارتیں دیدنی ہیں یا بعض بعض آیت قدرتاً بحروں میں ڈھل گئی ہے۔ مثلاً:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا، کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی کتنی جامع تعریف بیان فرماتا ہے:۔

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ"	"اور نہیں بھیجا میں نے تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر"
"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"	"تحقیق کہ آپ اخلاق میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں"
و "حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمُ"	"(وہ) تم پر حریص ہیں، مومنوں کے لئے رؤف و رحیم ہیں"

بہر نوع اس جہت سے بھی صنفِ نعت کی عظمت و مرتبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، جس کی تعریف خود اللہ فرمائے۔ اس کی مدح انسانِ ضعیف البنیان کیا لکھ سکتا ہے: ؎

حدیثوں میں خدا کا ذکر، ان کا ذکر قرآں میں
خدا کے مدح خواں وہ ہیں، خدا ہے مدح خواں انکا

نعت گوئی کی ابتدا بہر حال سب سے پہلے عربی زبان میں ہوئی۔ رسول مقبول صلعم کی شان اقدس میں پہلا قصیدہ عربی شاعر میمون بن قیس سے منسوب ہے۔ اس طرح نعت گوئی میں اولیت کا سہرا میمون کے سر رہا۔ اصحاب رسولؐ میں یوں تو ہر شخص آپؐ کا والہ و شیدا اور جاں نثار تھا۔ لیکن فن شعر میں جسے بھی دخل تھا اس نے نعت گوئی کو اپنا بڑا اشرف جانا۔ مثلاً حضرت علیؓ، حضرت حمزہ رضؓ، سر خیل نعت گویاں حضرت حسانؓ، حضرت عبد اللہ ابن رواحہ، حضرت کعب ابن مالکؓ، حضرت فراز ابن الازور، حضرت زید رضؓ اور حضرۃ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراؓ نے رسول اکرمؐ کی مدح میں اشعار کہے۔ عربی زبان کا شعری ادب نعتیہ شہپاروں سے بھرا پڑا ہے۔ جناب محمد الرسول اللہؐ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو وہاں پردہ نشیں عورتیں خوشی میں چھتوں پر آ کے یہ اشعار گانے لگیں :۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
چاند نکل آیا ہم پر وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے
وَجَبَتْ شُکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

اور خاندان بنو نجار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں نے دف بجا بجا کر ان اشعار سے آپؐ کا استقبال کیا :۔

نَحْنُ جَوارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ   یَا حَبَّذَا مُحَمَّداً مِنْ جَارٍ

ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں   محمدؐ کیسے اچھے ہمسایہ ہیں

اَیُّھَا الْمَبْعُوثُ فِینَا   جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

اے نبی جو ہم پر بھیجے گئے ہیں   آپ وہ حکم لیکر آئے ہیں جسکی اطاعت فرض ہے

حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کی ایک مشہور نعت اس طرح شروع ہوتی ہے:

رُوحِی الْفِدَا لِمَنْ اَخْلَاقُہٗ شَہِدَتْ

میری جان اس پر قربان ہے جس کے اخلاق گواہ ہیں

بِاَنَّہٗ خَیْرُ مَوْجُودٍ مِنَ الْبَشَرِ

کہ وہ سارے انسانوں میں افضل ہے

حضرت حسانؓ کا یہ نعتیہ مطلع ان کے عشق رسولؐ کا غماز ہے

شَبَّهْتُكَ بَدْرَ اللَّيْلِ بَلْ اَنْتَ اَنْوَرُ

آپکی مثال چودھویں کے چاند کی ہے آپ سے زیادہ روشن ہیں

وَجْهُكَ مِنْ تَاجِرِ الْمَلَاحَةِ اَزْهَرُ

آپکے رخِ انور کے سامنے حسن کی دلکشی ماند ہے

یہ مشہور نعتیہ قصیدہ آج بھی اہل عرب جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ   وَاللَّیْلُ دَجَا مِنْ وَفْرَتِہٖ

ان کے چہرۂ انور سے صبح ظاہر ہوئی   اور زلف مبارک سے رات سیہ پوش ہوئی

فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلاً وَّعُلَا   وَهَدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ

تمام انبیاء پر فضل و بلندی میں سبقت لے گئے   اپنی رہنمائی میں راہ حق کی ہدایت کی

کنز الکرم مولی النعم — ھادی الامم بشریعتہ

ذات گرامی خزانۂ بحر شرافت و بحر حشمی کا اور مالک تمام نعمتوں کی - ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والی

ازکی النسب اعلی الحسب — کل العرب فی خدمتہ

پاکیزہ تر نسب والے اعلیٰ ترین شرافت خاندانی والے — سارے عرب جس کے دریوزہ گر اور خدمت گذار ہیں

سعت الشجر نطق الحجر — شق القمر باشارتہ

آپ کے اشارے پر درخت دوڑا، پتھر بولا — اور چاند دو ٹکرے ہو گیا

جبریل اتی لیلۃ الاسری — والرب دعاہ لحضرتہ

شب معراج جبریل درِ دولت پر حاضر ہوئے — اور رب نے اپنی حضوری کے لئے آپکو طلب فرمایا

نال الشرفا واللہ عفا — عما سلفا من امتہ

بلندیاں حاصل کیں اور اللہ نے بخش دیئے — آپ کی امت کے سابق گناہ سب

فمحمدنا ھو سیدنا — والعز لنا باجابتہ

ہمارے محمدؐ ہمارے آقا ہیں — ہماری سربلندیاں یہ ہیں کہ آپ ہماری مدد قبول فرمائیں

پھر عربی زبان میں حضرت امام بوصیریؒ کے قصیدۂ بردہ شریف کو جو شرفِ مقبولیت حاصل ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے: ؎

محمد سید الکونین والثقلین — والفریقین من عرب ومن عجم

محمدؐ سید الکونین والثقلین — عرب ہوں وہ جہاں میں یا عجم ہوں

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ — لکل ھول من الاھوال مقتحم

حبیب حق ہیں وہ ان کی شفاعت — ہے ہر احوال میں گو خوف و غم ہوں

عہد صحابہؓ میں فرزدق اور عباسی دور میں متنبی اپنی نعتیہ شاعری کے لئے

بہت ہی ممتاز رہے ہیں۔ غرض کہ نعت گوئی مذہب اسلام کے ساتھ ساری دنیا میں پھیلی۔ جب ایران پر عربوں کا تسلط ہوا، تو عربی زبان نے اپنی دوسری خوبیوں کے ساتھ فارسی شاعری کو نعت گوئی کا فن بھی عطا کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اہل فارس نے محبت رسولؐ کے جذبۂ صادقہ کے ساتھ اس فن کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ شیخ سعدیؒ کا یہ عربی قصیدہ اہل عرب سے بھی خراج تحسین لیتا رہا: ؎

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

سعدیؒ، حافظ، رومی، سنائی، عطار، عراقی، جامی، نظامی، قدسی، عرفی، خاقانی، انوری، خسرو، غالب، فرد، حسرت اور نہ معلوم کتنے ہی ایرانی و ہندوستانی شعرائے فارسی زبان میں نعت گوئی کے جوہر دکھلائے۔ حضرت جامیؒ کی نعت: ؎

نسیما جانب بطحا گذر کن ز احوالم محمدؐ را خبر کن
بہ شوقت بجاں بلب آمد تمامی فقم قم یا حبیبی کم تنامی

خواجہ عطارؒ کی نعتیہ مثنوی ؎

خواجۂ دنیا و دیں گنج وفا صدر و بدر ہر دو عالم مصطفےٰ

پیرو مرشد رومی حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں :- ؎

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی
شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا مصطفےٰ و مجتبیٰ و سید اعلیٰ توئی

خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتیؒ کی مشہور نعت :-

؎ در جہاں چو کرد منزل جانانِ ما محمدؐ

صد در کشاد در دل از جانِ ما محمدؐ

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی ؒ کے اشعار :-

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعاگو سلام برخواں

بگرد شاہِ مدینہ گرد و بصد تضرع پیام برخواں

حضرت امیر خسرو رح دہلوی کی نعت :- ؎

رسولِ امیں محرم کردگار کزو گشت بنیادِ کون استوار

؎ نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم

پری پیکر نگارے، سرو قدے، لالہ رخسارے

سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

حضرت محمد جان قدسی رح کی شہرۂ آفاق نعت :- ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

مرزا نوشہ اسد اللہ خاں غالب کی یہ خوب تر نعت :- ؎

حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ است آرے کلامِ حق بہ زبانِ محمدؐ است

تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است ۔ اما کشاد آں ز کمانِ محمدؐ است

ہر کس قسم بدانچہ عزیز است می خورد ۔ سوگند کردگار بجانِ محمدؐ است

اور حق تو یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ نے قیامت تک لکھی جانے والی نعتوں کی روح ان اشعار میں کھینچ کر رکھ دی ہے ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بہر کیف! اس مختصر مضمون میں عربی و فارسی کی چند مشہور نعتوں کی طرف اشارہ کر کے مجھے صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ کس طرح فن نعت گوئی ارتقائی منزلوں سے گزرتا ہوا اُردو زبان تک پہنچا ہے۔

میں قبل عرض کر چکا ہوں کہ اُردو نسبتہً ایک محض کم عمر اور نئی زبان ہے۔ تاہم اس کا دامن ابتدا سے ہی حمد و نعت کے گہر ہائے آبدار سے مالا مال ہے۔ اُردو میں عہد بہ عہد نعت نویسی کا تفصیلی اور علاقائی ذکر ایک دفتر چاہتا ہے اور یہ عمل پھر بھی سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہوگا۔

شاعری بیشتر جذبات کی مرہون منت ہے۔ معشوق مجازی کے لئے شاعر کیا کچھ تعریف نہ کر جاتا ہے۔ اگر محبوب و مطلوب حقیقی کا واسطہ ہو، جس پر جاں نثاری ایمان کا معیار ہو۔ اس کے عشق کی چنگاری آشیانۂ دل کو جلائے تو کون سا شعلہ بلند نہ ہوگا! احترام و فرماں برداریٔ رسولؐ ہی ایمان کا دوسرا نام ہے۔ اللہ تبارک

وتعالیٰ فرماتا ہے:۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورہ الانفال آیت ۲۰) وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ (انفال آیت ۱) ۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (آل عمران) حتیٰ کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ ج (سورہ نساء آیت ۸۰)۔ اور اس اطاعت و فرماں برداری کی کسوٹی عشق رسولؐ کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن ناطق ہے :۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاءُکُمْ وَاَبْنَاءُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

(التوبہ آیت ۲۴)

(ترجمہ) کہہ دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے گھرانے کے لوگ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تمہیں خوف ہے۔ اور گھر جو تمہیں پسند ہے، تمہیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے عزیز تر ہوں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

خود فرمان نبویؐ ہے :۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

تم میں کا کوئی شخص مومن نہیں جب تک وہ رسولؐ کے ساتھ اپنے ماں باپ اپنے بال بچوں اور تمام انسانوں سے زیادہ محبت نہ رکھتا ہو۔

یہی سبب ہے کہ مسلمانوں نے شعر و ادب میں عشقِ رسولؐ کا برملا اظہار کیا اور مدحِ رسولؐ میں یہ احتیاط پیشِ نگاہ رکھی کہ بیانِ عقیدت و محبت میں کوئی بات خلافِ قرآن و حدیث نہ ہو۔ کلام اللہ میں مقامات و درجاتِ رسولؐ کی جو تعیین نظر آتی ہے۔ اسی روشنی میں بزرگانِ سلف نے ان پاکیزہ خیالات کا اظہار فرمایا۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است (عرفی)

یا رسول اللہؐ بسوئے خود مرا راہے نما
تا ز فرق خود قدم سازم ز دیدہ پا کنم (فیضی)

حضرت ختمی مرتبتؐ کی آرامگاہ مدینہ طیبہ کو جو تقدس آپ کے طفیل حاصل ہوا، اس کا ادب بھی لازم ہے۔ عرشی لکھتے ہیں:۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں:

بنہہ بر جبیں ادب طرازی سرِ ارادت بخاکِ آں کو
صلوٰۃ وافر بروحِ پاکِ جنابِ خیر الانامؐ برخواں

علامہ اقبالؒ رقم طراز ہیں:

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

حضور نبی مکرمؐ پر صلوٰۃ وسلام چونکہ حکم باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا کلام منظوم میں بھی شعرا نے نعت وسلام کا ایک لازوال ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ سلام نعتِ رسولؐ کی گویا ایک قسم ہوئی۔ شعری صنف کی حیثیت سے سلام حضرت امام حسینؓ، ان کے رفقاء اور دوسرے بزرگانِ دین کی شان میں بھی لکھے گئے ہیں۔ مگر آنحضرت سرورِ کونینؐ کے لئے جو بھی سلام آج تک رقم ہوئے۔ اُن میں حضرت بیدل کا یہ سلام بے انتہا مقبول ہوا۔

یا نبیؐ سلام علیک   یا رسولؐ سلام علیک
یا حبیب سلام علیک   صلوٰۃ اللہ علیک

یہ کروڑوں مسلمانوں کے وِردِ زبان رہا اور قیامت تک رہے گا۔ یہ عظیم شہرت ومقبولیت آج تک کسی دوسرے خوش نصیب نعت گو کو حاصل نہیں ہوئی۔ میلادِ نبویؐ کی محفلیں اسی سلام کی مؤدب زمزمہ سنجیوں پر ختم ہوتی ہیں۔

صوفیوں کی مجلسوں میں بھی سماع عموماً اس مشہور سلام سے شروع ہوتا ہے:

اَلسّلامُ علیکَ مِنّی وَالصَّلوٰاتِ یا رسولؐ
لَیسَ لِی حُسنِ العَمَل کَیفَ النّجاتِ یا رسولؐ

حضرت جامیؒ کا مشہور سلام: ؎

سلام علیک اے نبیِ مکرم   مکرم تر از آدم و نسل آدم
سلام علیک اے زِ اسماء حسنیٰ   جمالِ تو آئینہ اسمِ اعظم

وغیرہ انمول جواہر پارے ہیں۔

اُردو میں بھی سلام بہتر سے بہتر لکھے گئے۔ مگر جو شہرت ابو الاثر حفیظ جالندھری کے سلام کو حاصل ہوئی، وہ معاصرین میں کسی کو بھی نصیب نہیں۔ چند اشعار اس سلام

کے ملاحظہ ہوں :-

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخرِ موجوداتِ فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے، زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی
..... سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم، انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
..... حفیظ بینوا بھی ہے، گدائے کوچۂ اُلفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نُورانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

ماہر القادری کا مندرجہ ذیل سلام بھی میلاد النبیؐ کی محفلوں میں خوب خوب پڑھا گیا :-

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہت میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھا نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُس پر جو اُمت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا
سلام اُس پر کہ جس کا نام لیکر اس کے شیدائی
اُلٹ دیتے تھے تختِ قیصریت اوج دارائی

حقیقت یہ ہے کہ اس سادگی و روانی اور برجستگی کے ساتھ حقائق کی اتنی سچی ترجمانی بہت کم نظر آتی ہے۔

زائرِ حرم عبدالحمید حمید صدیقی نے بھی ایک پُر کیف سلام لکھا ہے جس کے قبولِ عام میں شبہ نہیں۔ حمید صدیقی کا انداز بھی انوکھا ہے۔ ایک وجد کے عالم میں طویل سلام کہتے جا رہے ہیں ؎

زائرو پیش کرو جب شہہ ذیشاں کو سلام
ہم غریبوں کا بھی سلطانِ غریباں کو سلام
عرض کرنا بکمالِ ادب و شوق و نیاز
قبلۂ اہلِ وفا کعبۂ ایماں کو سلام
یاد رکھنا حرمِ پاک کے جانے والو
مجھ گنہگار کا اُس رحمتِ یزداں کو سلام

انتہائے عقیدت ملاحظہ ہو:

جو پھرا کرتے ہیں مستوں کی طرح گلیوں میں
ان سگانِ بلد شاہِ رسولاں کو سلام
..... پاپیادہ جو ملے راہ میں دیوانۂ شوق
اس غریب الوطن و بے سروساماں کو سلام

اس والہانہ شیفتگی کا انداز بڑا دلکش ہے۔ یہ طویل سلام چونتیس ۳۴ اشعار پر محیط ہے۔

میلاد النبیؐ کی نورانی محفلیں اظہار عشق احمد مجتبیٰؐ و اذکار اسوۂ محمد مصطفیٰؐ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ لفظ "مولود" کے متعلق جناب ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ اپنی گراں قدر کتاب "مولود" میں رقمطراز ہیں:۔

"سندھ میں کافی عرصے سے رسول اکرمؐ کی ثنا خوانی کے لئے "مولود" مروج ہے۔ جو معنی و مقصد نیز نظم کی نوعیت کے اعتبار سے ایک اہم اور اصولی درجہ رکھتا ہے ...... لفظ مولود ایک مخصوص نام ہے جو سندھ والوں نے ہی لیا اور رائج کیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نام کس نے تجویز کیا اور کب سے مستعمل ہے۔ لیکن مفہوم اور مقصد کے اعتبار سے یہ انوکھا ضرور ہے .... ابتدائی دور میں مولود کو اچھی آواز میں الاپ کر پڑھنے کا انداز اختیار کیا گیا اور اس انداز کو بڑا عروج حاصل ہوا .... مولود کو ایک خاص الحان اور لہجے میں ادا کرنے کا طریقہ خاص سندھ ہی سے تعلق رکھتا ہے"

حالانکہ تجربہ و مشاہدہ اور کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ میلاد یا مولود خوانی کا یہ زمزمہ سنج انداز دکن میں بھی ابتداء اردو سے ہی رائج رہا اور شمالی ہند میں بھی۔ یہ

ضرور ہے کہ یہاں اس کے آغاز و ارتقاء پر تحقیقی روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ لیکن دکن میں میلاد نامے بہت پہلے لکھے گئے اور محفلوں میں خوش گلوئی سے پڑھے جاتے رہے۔ شمالی ہند میں بھی اس موضوع پر بہتیری کتابیں لکھی گئیں، جن میں حسب ذیل چند تصنیفات عام طور پر مشہور و مقبول ہوئیں:۔

(۱) "مولود شہیدی" مصنفہ مداح رسول مولوی غلام امام شہید رح الہ آبادی۔

(۲) "مولود سعیدی" مؤلفہ جناب مولوی محمد علی خاں صاحب سعید لکھنوی۔

(۳) "زیور ایمان" مخصوص برائے خواتین۔ مؤلفہ ایضاً

(۴) "مولود اکبر" مصنفہ صوفی خواجہ محمد اکبر خاں صاحب اکبر وارثی میرٹھی۔

(۵) "مولود طپش" مصنفہ سید چراغ علی طپش، ابن حاجی سید پیر علی گورکھپوری۔

(۶) "میلاد نامہ" مصنفہ خواجہ حسن نظامی دہلوی

(۷) "میلاد مقبول" مؤلفہ کیف المسلمی امام روہوی

(۸) "میلاد گوہر" مصنفہ منشی گوہر علی خاں صاحب گوہر رامپوری۔

(۹) "تحفتہ الرسول ؐ" مصنفہ شاہ محمد معین الدین احمد فریدی آروی۔

(۱۰) "مولود سعدی" مؤلفہ ؟

ان کتابوں میں سرکار دو عالم ؐ کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں پر روشنی

ڈالی گئی ہے۔ آپؐ کی پاک زندگی کے مستند واقعات و حالات قلمبند ہوئے ہیں جنہیں احادیث صحیحہ سے استناد حاصل ہے۔ بعض کتابوں میں کچھ کمزور روائتیں بھی نقل ہوئی ہیں، اس کے باوصف مؤلف کا حسن عقیدت مسلّم ہے۔ ان بابرکت محفلوں میں آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کے جستہ جستہ بیان کے بعد نعتوں کی خوش آہنگی و ترنم بڑی ہی انبساطِ روحانی و کیف ساماتی کا ذریعہ ہے۔ مثلاً "میلادِ مقبول" کے مصنف کیف المسلمی بذاتِ خود شاعر نہ تھے مگر انہوں نے بالالتزام اپنی تصنیف لطیفہ میں مولانا عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی کے نعتیہ مجموعہ کلام "تحفۂ محامد" سے منتخب نعتیں نقل کی ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً تمام مؤلفین و مصنفین خود بھی قادر الکلام شاعر ہیں اور انہوں نے بیشتر اپنے ہی نعتیہ کلام سے مولود ناموں کو مزیّن فرمایا۔ شہید، سعید، اکبر، طپش، حسن نظامی، گوہر، معین آروی، کے منتخب نعتیہ اشعار نمونۃً درج ذیل ہیں:-

السلام اے قبلہ گاہِ اہلِ دیں — السلام اے بادشاہِ مرسلیں
السلام اے بود آدم را سبب — السلام اے خلق عالم را سبب
السلام اے باعثِ ایجادِ خلق — السلام اے موجبِ بنیادِ خلق
السلام اے مظہرِ انوارِ حق — السلام اے مصدرِ اسرارِ حق
السلام اے انبیاء کے مقتدا — السلام اے اولیاء کے پیشوا (شہید)
السلام اے دو جہاں کے بادشاہ — مجھ غریب خستہ پر بھی اک نگاہ

محمدؐ سرِ وحدت ہے کوئی رمز اس کا کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے، حقیقت میں خدا جانے

خدا و مصطفیٰ کی کُنہہ میں اِدراک عاجز ہے
محمدؐ کو خدا جانے، خدا کو مصطفیٰؐ جانے

خدا نے صورتِ احمدؐ میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی ان کا مرتبا جانے

ہُوَالاوّل، ہُوَالآخر، ہُوَالظاہر، ہُوَالباطن
اسی کو ابتدا جانے، اسی کو انتہا جانے

محمدؐ فی الحقیقت آفتاب لایزالی ہے
اسی کے نور کا دونوں جہاں میں پرتو جانے (سعید لکھنوی)

اُس چاند سی صورت پر مر جاؤں فدا ہو کر
حسرت ہے کہ دم نکلے دیدار خدا ہو کر

توصیف میں ہے جس کی وَالّیل اذا یغشیٰ
مر جاؤں میں ان کالی زلفوں پہ فدا ہو کر

اب موج میں لہراتا پھرتا ہے ہوا کھاتا
مل جائیگا یہ قطرہ دریا میں فنا ہو کر

ایمان سے کہتا ہوں تم جان ہو اکبر کی
رہ سکتا نہیں زندہ یہ تم سے جدا ہو کر (اکبر وارثی میرٹھی)

ہے طیش یہ شوقِ قدِ دلجوئے محمدؐ
اللہ دکھا دے رُخِ نیکوئے محمدؐ

اے بُلبلِ خوش لہجہ درود ان پہ پڑھا کر
پھیلی ہوئی ہر گل میں ہے خوشبوئے محمدؐ

بھٹکو گے سرِ شام نہ پاؤ گے کہیں راہ
دیکھو جو خضر کو چہ گیسوئے محمدؐ

ڈوبے چہِ نخشب میں وہیں شرم کے مارے
دیکھے جو مہِ نو خمِ ابروئے محمدؐ

قسمت جو کبھی طپش رہِ راست پہ آئی
آنکھوں سے چلوں گا طرفِ کوئے محمدؐ (طپش گورکھپوری)

اللہ کی رضا ہے، حضرت کی بندگی میں
اللہ جلوہ گر ہے، روئے محمدی میں
اعجاز عیسوی کیا، اعجاز موسوی کیا
یہ بھی مرے نبیؐ میں، وہ بھی مرے نبیؐ میں
محبوب کبریا ہو، سرخیل انبیا ہو
کوئی ہمیں دکھا دے، یہ وصف ہے کسی میں
کرتا ہے یاد ان کو جو بھی رؤفؔ دل سے
کرتے ہیں وہ یقیناً امداد بے کسی میں (رؤفؔ امروہوی)

ہے رشکِ قمر چہرۂ زیبائے محمدؐ
پھر کیوں نہ ہر اک، دل سے ہو شیدائے محمدؐ
اللہ سے دن رات یہی میری دعا ہے
سر سے مرے سودا نہ ترا جائے محمدؐ
بالائے فلک شور یہی تھا شبِ معراج
لو قدسیو! تعظیم کرو، آئے محمدؐ
کیوں اتنا پریشان ہے، اس درجہ ہے غمگیں
گوہرؔ تری امداد کو، وہ آئے محمدؐ (گوہرؔ رامپوری)

کون ہے، کون و مکاں میں آج ہمسر آپؐ کا
خلق ساری آپؐ کی، ہے ربِّ اکبر آپؐ کا
حضرت آدمؑ کو مسجودِ ملک جس نے کیا
تھا وہ نورِ دلربا، اے میرے سرور آپؐ کا

ہو مبارک زاہدوں کو روضۂ اقدس کی سیر
رشکِ جنّت ہے ہمارے واسطے درِ آپؐ کا
اِس طرف بھی کیجئے لِلّٰہ رحمت کی نظر
ہے معینؔ زار بھی اِک بندۂ درِ آپؐ کا (معین فریدی آزادی)

موضوع کے لحاظ سے نعتِ پاک کی معنوی وسعت کا اندازہ بہت مشکل ہے۔ عام طور پر نعتیہ کلام میں نبئ آخرالزماںؐ کی تشریف آوری کی بشارت، معجزات، خوارقِ عادات، محاسنِ ذاتی وصفاتی، جمال وکمالِ نبویؐ، خاندانی شرف ونسلی امتیاز وبزرگی، انبیاءِ کرامؑ میں آپؐ کی فضیلت وبرتری، رحمتِ سراپا، نورِ مجسّم، شفاعتِ عاصیاں، واقعاتِ معراج، تمنّائے زیارت، بادِ صبا وموجِ نسیم سے سلام وفریاد رسانی، گنبدِ خضریٰ کا حسن وتقدّس، روضۂ مطہر کی سنہری جالیاں، حریری پردے، سنگِ درِ اقدس، مدینہ طیّبہ کی بہار، وہاں کے ذرّے ذرّے سے عقیدت وفرطِ محبت، معجزہ رجعتِ شمس وشق القمر، کنکری کا کلمہ پڑھنا، حیوانات ونباتات کا سجدہ کرنا، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گرنا، سیّدالانبیاءؐ کی شرافت، نجابت، صداقت، عدالت، شجاعت، امانت، سخاوت، خطابت، رسالت، نبوت، شفاعت، اخوت ومحبت، اعلیٰ اخلاق واوصافِ حمیدہ، دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک، بوریا نشینی، فاقہ کشی، کالی کملی، سراپائے مبارک، رخسار وگیسو، قدِ دلجو، نگاہِ لطف ومحبت، بخشش وعنایت، جود وسخا، فضل وعطا، رحم وکرم، رزم وبزم۔ غرض ان تمام باتوں کا ذکر ہوتا ہے، جو آپؐ کی سیرتِ طیّبہ اور اسوۂ حسنہ سے متعلق ہیں۔

کثرت کے ساتھ نعتوں میں جن خیالات و معتقدات کا ذکر مقبول و مشہور رہا ہے، اور ہر عہد کے نعتیہ کلام میں جن کی تکرار سے حسن دوام پیدا ہے وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) آپؐ کا سبب تخلیق کائنات ہونا۔ (لولاک لما خلقت الافلاک)

(۲) آپؐ کا پرتو جمال الٰہی و مظہر ذات خداوندی ہونا۔

(۳) آپؐ کا روز حشر عاصیوں کی شفاعت فرمانا۔

(۴) آپؐ کا خاتم النبیّین، سیّد المرسلین و رحمت اللعٰلمین ہونا۔

(۵) آپؐ کا نور من نور اللہ ہونا۔

(۶) آپؐ کا شب معراج عرش الٰہی پر تشریف لے جانا۔

(۷) آپؐ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا۔

(۸) آپؐ کا حبیب اللہ و محبوب خدا ہونا۔

(۹) آپؐ کا اُمی اور مدینۃ العلم ہونا۔

(۱۰) آپؐ کا صاحب علم غیب و رازدار کُن فیکُون ہونا۔

(۱۱) آپؐ کا حیات النبیؐ و صاحب خلق عظیم ہونا۔

(۱۲) آپؐ کا خیر الانام و بے نظیر ہونا وغیرہ۔

ثانی ترا کونین کے کشور میں نہیں ہے
بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے

سچ یہ ہے کہ اس نور یزدانی و محبوب سبحانی کی مدح و ثنا میں زبانِ انسانی عاجز ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جن جن پیارے القاب سے اپنے پیارے حبیبؐ کو خطاب فرمایا ہے، وہ اسی کی شان ہے :۔

مزمل و مدثر کہہ کہہ کے پکارا
کس پیار سے لیتا ہے خدا نام محمدؐ — اکبر میرٹھی

مولانا رؤف امروہوی نے کیا خوب کہا ہے :

لکھوں کیا وصفِ شاہِ انس و جاں سے
زباں اللہ کی لاؤں کہاں سے

عشاقِ رسولؐ نے اپنے جذباتِ دروں کی ہر دور میں ترجمانی کی ہے۔ آج سے تقریباً چھ سو سال قبل حضرت سید قطب عالم نبیرۂ سید الاقطاب مخدوم جہانیان بخاری کی نعت کا مصرع یوں ملتا ہے۔

"محمدؐ پر میں کھڑیا سائیں پریم جھکھائے" (جمعات شاہی)

حضرت شیخ بہاء الدین باجن المود ۷۹۰ھ کا حسب ذیل شعر ابتدائی اردو کا نمونہ ہے، فرماتے ہیں :

محمدؐ سرور پریم کا رحمت اللہ بھریا
باجن جیوڑا وار کر سر آگیں دھریا

دکن میں بہمنی دورِ حکومت کے شاعر فخر الدین نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کا زمانۂ تصنیف ۸۲۵ھ سے ۸۳۸ھ تک قیاس کیا جاتا ہے۔ اسے اردو کی ابتدائی اور قدیم تر تصنیف کہا گیا ہے۔ مگر حقیقتاً اس کی زبان ٹھیٹھ قسم کی ہندی ہے۔ رسم خط اور اردو میں مروجہ ایک دو لفظ کے ملنے سے اس زبان کو اردو کہنے میں مجھے تامل ہے۔ نظامی نے فارسی مثنویوں کے تتبع میں اول حمد اور پھر نعتیہ اشعار سے اس مثنوی کی ابتدا کی ہے۔ نعت کا ایک

قدرے صاف شعر ملاحظہ ہو :-

امو لک مکٹ سیس سینسار کا
کرے کام نردھار کرتار کا

"نوسرہار" نام کی ایک مثنوی کا بھی سراغ ملتا ہے، جو اشرف تخلص کے کسی شاعر نے ۹۰۹ھ میں نظم کی تھی۔ سنہ تصنیف اس شعر سے ظاہر ہے :-

ہجرت نبی نو سَو نو ۹۰۹ ⁂ کہیا اشرف نوسر یو

بیسیوں اشعار نعت کے بھی اس مثنوی میں شامل ہیں، جو قدیم دکنی کا نمونہ ہیں۔ ایک باکمال صوفی شاعر و نثر نگار خوب محمد چشتی گجراتی (۹۴۶ھ) کی مثنویاں "امواج خوبی" اور "خوب ترنگ" میں بھی نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ چند نعتیہ دوہرے بھی ملتے ہیں :-

حمد خدا کی خوب کر کہہ صلوٰۃ رسولؐ
پچھیں صفت شعر کی کہے تو ہوئے قبول

"امواج خوبی" میں ذیل کے نعتیہ اشعار عارفانہ نکات کے حامل ہیں :-

بسم اللہ کہوں چھٹ ذات ⁂ جس رحمٰن رحیم صفات
ذات اسماء افعال صفات ⁂ جمع مفصل چند اِک ذات
ناؤں محمد صلعم تس کو دیت ⁂ اس تفصیل کو عالم کیت
اوسی روح ارواح تمام ⁂ اوسی جیوس کے سب اجسام

خوب محمد چشتی "مثنوی" "خوب ترنگ" میں فرماتے ہیں :-

جو سارا کسی وحدت جان ⁂ جسم محمد اسے پہچان

ایک عکس اوس ماں جو ہوئے　　قلب محمدؐ کا ہے سوئے
ایک عکس پھر ایک عکس جو پائے　　یہی ابوالارواح کہائے
مثل محمدؐ ہوئے نہ کوئے　　سب اس کی تفصیل سو ہوئے
ذات سو ذاتوں مانند تمام　　جسم محمدؐ عین اجسام

شمالی ہند سے قبل اُردو دکن میں ترقی کی منزلیں طے کر چکی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں شمالی ہند ہی اس کا پسندیدہ گہوارہ بن گیا۔ گیارہویں صدی ہجری میں دکن کا آسمانِ سخن اُردو شاعری کے تابندہ ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ، ملا وجہی، نصرتی، معظم، بلاقی، احمد، مختار، فتاحی، غواصی، اور ابن نشاطی وغیرہ گولکنڈہ و بیجاپور کی رونق تھے۔ محمد قلی قطب شاہ خود ایک صاحب علم و فضل، روشن خیال اور بیدار مغز بادشاہ تھا۔ ملا وجہی اس بادشاہ کا درباری شاعر تھا۔ وجہی کی عمر طویل ہوئی اس نے محمد قلی قطب شاہ سے پہلے ابراہیم قطب شاہ اور اس کے بعد کے عبداللہ قطب شاہ جیسے تین بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ ملا وجہی نثر میں اپنی تصنیف "سب رس" اور نظم میں اپنی مثنوی قطب مشتری کی وجہ سے بہت نام آور ہوا۔ وجہی نے قطب مشتری میں حسب دستور حمد کے بعد ۲۶ اشعار نعت کے لکھے ہیں۔ معراج کے بیان میں بھی تیس پینتیس شعار قلمبند کئے ہیں۔ وجہی کی زبان عہد ماقبل کی زبان سے زیادہ صاف اور عام فہم ہے۔ وجہی نے سیدھے سادے انداز میں اپنے جذبات و واردات قلبی اور عقیدت و ارادت نظم کی ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

محمدؐ نبی ناؤں تیرا ہے　　عرش کے اُپر پاؤں تیرا ہے
کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے　　علی سارے گھر میں پردھان ہے

اسی ہو ایک لاکھ پیغمبر آئے　　ولے مرتبہ کوئی تیرا نہ پائے

صفت کرتوں معراج کی رات کا　　کہ جاگیا اہے بخت تج بات کا

اتھاہ اس زمیں کوں عجب کچھ نور　　کہ لاکھاں منجے چانداں کروراں سوئے

وجہی نے اپنی مثنوی میں محمد قلی قطب شاہ اور زنے مشتری کے معاشقے کا حال نظم کیا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ ایک عاشق مزاج اور حساس شاعر بھی تھا۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ اب تک محفوظ ہے۔ وہ ایک کامیاب شاعر اور اچھا نعت گو ہے۔ بقول افسر امروہوی "وہ پہلا اردو شاعر ہے جس نے نعت کو غزل کے معیار کے مطابق رکھا۔" اس کے نعتیہ غزلوں کے مطلع درج ذیل ہیں، جس سے اُس عہد کی اُردو کا اندازہ ہوتا ہے:-

تج مکھ اجت کے جوت تھے دینہارا ہوا
تج دین تھے اسلام لے، مومن جگت سارا ہوا

قطب شاہی سلسلے کا یہ البیلا شاعر سلطان الانبیاء، سرکار دو عالمؐ کے حضور اپنی بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کرتا ہے: ؎

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبیؐ کا جم لہے، سہتی ہے سلطانی مجھے

؎ چاند سورج روشنی پایا تمالے نور تھے
آب کوثر کو شرف تھڑے کے پانی پور تھے

؎ دیا بندے کو حق نبیؐ کا خطاب　　حکم دیدیا نور جوں آفتاب

گولکنڈہ میں قطب شاہی حکومت کے ساتھ ساتھ بیجاپور میں عادل شاہی حکومت

قائم تھی۔ ہر دو جگہ دربار شاہی علماء، فضلا، اور شعراء سے آراستہ تھا۔ علم پروری اور شعرا نوازی ان بادشاہوں کی صفت تھی۔ بیجاپور میں علی عادل شاہ کا مصاحب شاعر نصرتی گویا ملک الشعراء تھا۔ نصرتی نے اپنی مثنوی "علی نامہ" میں عادل شاہ کے حالات زندگی نظم کئے ہیں۔ اس کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک قادر الکلام اور پُر گو شاعر تھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں: ؎

تمہیں اے شہنشاہ دنیا و دیں — شجاعت کی ہو صف کے کرسی نشیں
شرف کوں دلیری کی تجھ سینہ صدر — دیا ہت پکڑ تیغ کوں تو یخ قدر
ترے کاج جس حق نے پیدا کیا — غزا کا شرف توں ہویدا کیا
ترا دبدبہ سُن کے خوش دہات کا — زمیں پر نہ ٹھالے قدم لات کا

دکنی شعراء میں مدح و توصیف نبویؐ کے لئے معراج نامہ لکھنے کا ایک رواج سا ہو گیا تھا۔ مثنویوں میں نعت کے علاوہ وجہی و نصرتی نے بھی معراج کا علیحدہ بیان نظم کیا ہے۔ معراج نامہ کی مقبولیت نے اسے الگ سے ایک صنفی حیثیت عطا کر دی، یہاں تک کہ سیرت و اخلاق رسولؐ کے بیان میں "نور نامہ" مولود نامہ اور وفات نامہ نظم ہونے لگا اور اسے بھی بیحد مقبولیت حاصل ہوئی۔ اختصار کے ساتھ یہاں پر ان کا ذکر بھی بیجا نہ ہو گا۔

پہلا معراج نامہ سید میران ہاشمی بیجاپوری کا ہے، یہ علی عادل شاہ کا ہمعصر تھا۔ زبان صاف اور دلچسپ ہے۔ اشعار ذیل سے زبان کی سلاست اور بیان کی روانی معلوم ہوتی ہے: ؎

نبیاں میں جسے سب تے افضل کیا — تو ہے اے محمدؐ رسول انبیاء

اول کر محمدؐ کوں پروردگار | بزاں سب خدائی کیا آشکار
اول نور ذاتی ہویدا کیا | بزاں سب یو عالم کوں پیدا کیا
دیکھو کیا ہے قدرت خدا کی نول | تو دادے تے کر پوترے کو اول
بنیاں کا دادا ہے آدم صفیؑ | کر دھاں کا دادا ہے خاتم نبیؐ

دوسرا "معراج نامہ" بنظم دکنی ۱۱۲۰ھ کا ہے۔ یہ فارسی گو شاعر حضرت بابا گیسو دراز رح کا مرید تھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

بنیاں مرسلاں بیچ نامی ہے یو | دو عالم کوں محشر میں حامی ہے او
چھتر جسکے سر ہوئے روز حشر | رسولاں میں ہے شاہ خیر البشرؐ

تیسرا "معراج نامہ" محمد بن مجتبیٰ مہدوی کا ہے۔ مصنف اس کی زبان کو ہندوستانی کہتا ہے اور کہیں دکنی، ملاحظہ ہو :-

محمد جو کہ ابن المجتبیٰ ہے | جو سارے مہدیوں کا خاک پا ہے
اُنے معراج حضرت کا یو سارا | نظم دکنی میں بولا ہے اشارا
بزرگوں نے لکھے ہیں جو سالے | دقایق اور حقایق ان میں ڈالے
سو عاجز نے بہت آسان بولا | بچارے کن جو گتھڑی تھی سو کھولا
لکھی ہندوستانی میں عبارت | سو بعضے بول دکنی میں عبارت

چوتھا "معراج نامہ" شاہ کمال الدین کا ہے۔ وجہ تصنیف خود نظم فرماتے ہیں :-

حضرت شہمیر پیر دستگیر | جس کے درگہ کا کمال ادنیٰ حقیر
نامۂ معراج در ہندی زباں | جو بلاقی نے کیا تصنیف آں

تھے روایت ادس میں شاید مختلط ہم صحیح و ہم ضعیف و ہم غلط
لاجرم در طبع موزونِ بلند نامۂ مذکور نہیں آیا پسند

لہٰذا کسی صحیح و مستند عربی معراج نامہ سے واقعات نظم کرتے ہیں۔
پانچواں "معراج نامہ" سید بلاقی حیدرآبادی کا ہے جس کی طرف کمال نے اشارہ کیا ہے۔ بلاقی کا معراج نامہ ظاہر ہے۔ کمال سے قبل تصنیف ہو چکا تھا۔ بلاقی کے چند اشعار یوں ہیں :–

الف تھا گپت میں سو پرگٹ ہوا محمدؐ خدا صاف گھونگھٹ ہوا
اوّل نام اللہ بولوں ابد ثنا ہور صفت تج کروں بے عدد

چھٹا "معراج نامہ" معظم بیجاپوری نے اسی سال نظم کیا تھا جس سال بلاقی نے لکھا تھا۔ معظم کا معراج نامہ، مختصر اور عنوانات کے تحت ہے۔ ایک شعر نمونے کے طور پر درج ذیل ہے:۔

گئے حق سے مقرب ہو، جہاں قوسین سے نزدیک
امت کے باب کا حق سوں گئے ہیں عرض محشر کا

ساتواں "معراج نامہ" گیارھویں صدی کے آخر میں مختار تخلص کے کسی شاعر کا ملتا ہے۔ مختار کا تعلق قطب شاہی دور سے ہے اور وہ گولکنڈہ کا رہنے والا تھا۔ کتاب کا آخری حصہ دعائیہ ہے :–

محمدؐ پو مختار کوں کر فدا تو ایمان اس کو اچھیگا سدا
یوں معراج نامہ لکھیا یادگار نبیؐ کے کرم کا اسے ہے ادھار
جو کوئی یو سنے سو دیوے اس دعا دعا کا رکھیا ہے اُنے مدعا

آٹھواں "معراج نامہ" ایک ہندو شاعر لچھمی نرائن شفیق کا ہے۔ جو صاحب بھی تخلص

کرتے تھے۔ شبِ معراج کے بیان میں ذیل کے اشعار پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ شاعر کو زبان و بیان پر کتنا دسترس حاصل ہے۔ التزام شعری و برجستگی و صفائی قدرتِ کلام کی دلیل ہے۔ بڑی عقیدت سے اشعار موزوں کئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں: ؎

عجائب رات تھی وہ نور افشاں | کہ ہر کوکب تھا اِک مہرِ درخشاں
کہوں گر رات اس کو ہے تامّل | کہوں گر دن تو عالم میں پڑے غل
غرض غفلت سبھوں پر چھا رہی تھی | خرد دارو ئے حیرت کھا رہی تھی
سفیرِ نیک ہے پیغام لایا | سلامِ حق کہا اور یہ سنایا
در حجرہ پہ دو آ جوڑ کر ہات | کہا سرور ترے پر حق کی صلوات
چل اُٹھ اے شہ کہ ہے معراج تیرا | غنی بھی آج ہے محتاج تیرا

حیرت کی بات یہ ہے کہ تشفیق تک آتے آتے اُردو زبان بہت تیزی سے صاف اور سلیس ہو گئی ہے۔

نواں[9] "معراج نامہ" شاہ ابوالحسن قربیؔ بیجاپوری کا ہے۔ ان کا انتقال ۱۱۰۸ھ میں ویلور میں ہوا۔ شروع اور آخر کا ایک ایک شعر اس معراج نامہ کا حسب ذیل ہے: ؎

سزا نا خدا کا سزاوار ہے | کہ ہر ذرّہ اس کا نمودار ہے
کہا ختم میں ذکر معراج کا | بنام محمد نبی مصطفےٰ

گیارہویں صدی ہجری کے آخر کا شاعر فتاحی غالباً "مولود نامہ" کا موجد ہے۔ کیونکہ اس نام سے اس سے قبل کوئی تصنیف نہیں ملتی۔ اس مولود نامہ میں تین ہزار سے زاید اشعار ہیں۔

مختار کا مولود نامہ، علی بخش دریا کا وفات نامہ، ولی کا وفات نامہ جو اس شعر سے

شروع ہوتا ہے : ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم ⁂ عشق کے فرمان کا طغرا قدیم

کافی مشہور ہوا۔ میر ولی فیاض ولی ویلوری کی تصنیف دریا کے وفات نامے سے پچاس سال بعد کی تصنیف ہے۔ اس درمیان میں اور بھی کئی وفات نامے نظم ہوئے جو مشہور نہ ہو سکے۔ اسی طرح بارہویں صدی ہجری کے آخر میں نوازش علی خاں شیدا دکنی کی تصنیف "اعجاز احمدی" اور محمد باقر آگاہ ارکاٹی کی "ہشت بہشت" مدح و توصیف رسولِ مقبول ؐ میں مشہور رہیں۔

اسی عہد میں دکنی شعراء فدوی خاں فدوی اور میر محمد شریف مفتوں اورنگ آبادی نے غزل اور قصیدہ کے فارم میں نعت گوئی شروع کر دی تھی۔ مثلاً فدوی کے اشعار ہیں : ؎

ایزد کے نام پاک سوں میں ابتدا کیا
بعد از ثناء نعتِ رسولِ خدا کیا
ہے خاتم نبوت و سرتاج مرسلاں
اس ناؤں پر سوں جیو اپس کا فدا کیا

شمالی ہند میں ولی اورنگ آبادی کی آمد سے باضابطہ اردو شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ متقدمین میں شاہ مبارک آبرو، شرف الدین مضمون، شاکر ناجی، محمد احسن احسن، مصطفےٰ یک رنگ، سراج الدین آرزو، اشرف فغاں، ان سب کے کلام میں ڈھونڈنے سے نعتیہ اشعار مل جائیں گے۔ مگر فنی طور پر اہل دکن کی طرح ان حضرات نے نعت گوئی نہیں کی۔

دکنی اور نگ آبادی، پہلی بار سنہ ۱۷۰۰ء میں دہلی آئے اور مختصر قیام کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ دوسری مرتبہ جب ۱۷۲۲ء میں وہ دہلی آئے، تو غزلوں کا اُردو دیوان ساتھ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی میں آپ کی اُردو غزلوں کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اور یہاں کے فارسی گو شعراء نے محسوس کیا کہ اُردو میں بھی شعر و شاعری کی کافی وسعت ہے۔ ولی کی آمد کے بعد ہی شمالی ہند میں اُردو شعر و شاعری کا چرچا بڑھنے لگا۔ ولی کی زبان دکنی شعراء کی زبان ہے، مگر کافی منجھی ہوئی۔ آپ کے عاشقانہ اشعار خوب ہیں۔ کلام میں تصوف کا عنصر نمایاں ہے۔ سلاستِ زبان و شیرینیٔ تغزل آپ کی شاعری کی جان ہے۔ ولی ایک مذہبی اور صوفی مشرب انسان تھے۔ آپکے عاشقانہ اشعار میں بھی اخلاقی پہلو محفوظ ہے۔ ہر چند کہ ولی نے صنفِ نعت میں کوئی اہم یادگار نہیں چھوڑی ہے، مگر ذیل کے اشعار ولی کی نعت گوئی پر شاہد ہیں: ؎

آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں — تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کا
کیا کہے تعریفِ دل ہے بینظیر — حرف حرف اس مخزنِ اسرار کا
اے ولی ہونا سریجن پر نثار — مدعا ہے چشم گوہر بار کا

یہ عہد شمالی ہند میں سودا، درد، میر اور مظہر جانِ جاناں کا ہے۔ ان میں درد و مظہر تو بالخصوص رجالِ طریقت تھے۔ ان کا شمار مشائخین وقت میں تھا۔ ان کا کلام عارفانہ سلوک و توحید کی نکات آفرینیوں سے مملو ہے۔ مگر بطورِ خاص لکھی ہوئی نعتیں جیسا کہ آئندہ نظر آتی ہیں، نہیں ملتیں۔

مرزا رفیع سودا نے ۴۸ اشعار کا ایک قصیدہ حضرت رسول مقبولؐ کی شان میں لکھا ہے۔ اس قصیدے کو شمالی ہند میں اُردو کی باضابطہ نعتیہ شاعری کا

ابتدائی نمونہ کہا جا سکتا ہے ۔ قصیدے کی شان، الفاظ کا شکوہ اور بیان کا زور ایک ایک شعر سے ظاہر ہے ۔ چند اشعار نمونۃً درج ذیل ہیں ۔

.... زہے دین محمدؐ پیروی میں اس کے جو ہووے
زہے خاک قدم سے اس کی چشم عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اسکی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی
..... خیال خلق اس کا گر شفیع کا فراں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی
..... رکھا جب سے قدم مسند پہ آن نے شریعت کے
کرے ہے موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی
..... ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اسوقت دنیا میں
وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی
..... جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد
جو معنی اس میں ہیں بیشک وہ ہیں معنی ربانی
حدیث من رانی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جن نے اس کو ان نے دیکھی شکل یزدانی
غرض مشکل ہمیں ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو
خدا اگر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی
بس آگے مت چل اے سودا نہیں دیکھا فہم کو تیری ؛ کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

ان اشعار کو دیکھ کر بہ آسانی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سودا کی نگاہ کتنی بلند تھی۔ اس قصیدے میں سودا نے مدحتِ نبویؐ میں بڑے نازک مسائل و مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مگر اس احتیاط کیساتھ کہ قرآن و حدیث سے کہیں پر بھی عدم تطبیق نہ ہونے پائے۔

انشار و مصحفی و نظیر کے عہد سے اردو میں نعت نویسی فنی و صنفی حیثیت اختیار کرتی چلی گئی۔ انشاء اردو کا بڑا نازک خیال اور نازک دماغ شاعر تھا۔ اس کی جولانیٔ طبع، اس کی شوخیٔ ادا، اس کی قادر الکلامی، اس کی استادی میں کسے کلام ہوسکتا ہے۔ انشار نے نعت نویسی پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس میں اس سے زیادہ اس کے ماحول کا قصور ہے۔ تاہم انشاء کا دیوان روایتی طور پر حمد و نعت و منقبت ہی سے شروع ہوتا ہے۔ آغاز دیوان کی یہ نعت ملاحظہ ہو:۔

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا

قم خذ بیدی وفقک اللہ تعالیٰ

ہے تجھ کو جنوں کی قسم اے جذبِ محبت

اس نورِ تجلّی کی جھلک مجھ کو جھنکا لا

اتنا تو پھرا وادیٔ وحشت میں کہ میرے

ہے پائے نظر میں بھی پڑا اشک کا چھالا

سوجھے ہے مجھے عالم اطلاق کی منزل

الفت نے تو تقیید کی منزل سے نکالا

ہر چند کہ عاصی ہوں، پر امت میں ہوں اسکی

جس کا ہے قدم عرش معلّٰی سے بھی بالا

مولائے جہاں رہبرِ عشاق، محمدؐ
سب عقدۂ مشکل کا مرے کھولنے والا

انشاء کے حریفِ سخن، اُستاذ الاساتذہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی بھی بڑے پائے کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آنحضرت نبی کریمؐ کی شان میں مصحفی نے بھی ایک مشہور قصیدہ "گریباں، آستیں، دامن" کی سخت ردیف میں کہا ہے۔ مصحفی کی معنیٰ آفرینی، مضمون آوری اور عقیدت و محبت کی نازک خیالی قابلِ تعریف ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں: ~

رفو ناصح سے کب ہو چاک پیراہن کا عاشق کے
مگر سِلوائیں آلِ سرورؐ، گریباں، آستیں، دامن

محمدؐ باعثِ ایجادِ عالم جس کے جامہ کا
سِئے ادریسؑ پیغمبر، گریباں، آستیں، دامن

تمہارا ابرِ رحمت یا محمدؐ مجھ پہ گر برسے
تو ہو پاکیزہ و اطہر، گریباں، آستیں، دامن

وگرنہ مصحفی تو وہ سیہ رو ہے کہ کالا ہو
بدن سے جس کے چھوئے گر، گریباں، آستیں، دامن

ایک دوسرا نعتیہ قصیدہ "شمار انگشت"، "شاخسار انگشت" کی دشوار زمین میں ملتا ہے جو مصحفی کی دِقت پسندی اور اُس کے کامل الفن ہونے کا ثبوت ہے: ~

بیاں ضرور ہے اب دستِ تیغ کا اُس کی
نکل گئی سپرِ مہ سے جس کی پار انگشت

محمد عربیؐ معجزوں کا جس کے کبھی
نہ کر سکی فلکِ پیر کی شمار انگشت
چمن میں اوسکی رسالت کا جب کچھ آئے ہے ذکر
علم کرے ہے شہادت کی شاخسار انگشت

ایک اور قصیدے سے ذیل کے دو شعر نقل کرتا ہوں:-

کچھ غم نہیں جو نامۂ اعمال ہے سیاہ
دھو دے گا ان کو ابرِ کرم اوسکا ایکبار
کیا اوسکے معجزوں کا بیاں مجھ سے ہو سکے
منہ میں مرے ہے ایک زباں معجزے ہزار

اسی عہد کا ایک طویل العمر قلندر شاعر ذی قدر نظیر اکبر آبادی اپنی بے پناہ شاعرانہ صلاحیتوں کے لئے مشہور ہے۔ نظیر ایک صوفی منش، فقیر صفت اور آزاد طبع انسان تھا۔ اوس کی قلندرانہ شاعری عبرت و نصیحت کا خزانہ ہے۔ نظیر نے طویل عمر پائی اور کئی دور کے شعرا کا زمانہ دیکھا۔ ایک مدت کی مشقِ سخن اور ریاضِ فن نے اس کی زبان کو سلاست و روانی، فصاحت و بلاغت اور شگفتگی و رعنائی کا جوہر عطا کیا ہے۔ سرکارِ ختمی مرتبتؐ کی مدح میں نظیر اکبر آبادی کا حسب ذیل خمسہ ہر داد کا مستحق ہے۔

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفےؐ
سر گروہِ مُرسلیں ہو یا محمد مصطفےؐ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمد مصطفےؐ
قبلۂ اہلِ یقیں ہو یا محمد مصطفےؐ
رحمۃ للعٰلمین ہو یا محمد مصطفےؐ

..... ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن — جس میں کیا کیا کچھ عیاں ہیں صنعِ خالق کے جتن
باعثِ تخلیق انکے ہو تم یا حبیبِ ذوالمنن — اور اک مطلع پڑھوں میں یمن سے جس کے سخن
سو سعادت کے قریں ہو یا محمد مصطفےٰؐ

مطلع ثانی

تم ظہورِ اولیں ہو یا محمد مصطفےٰؐ — تم ہی خیر الآخریں ہو یا محمد مصطفےٰؐ
ہمدم جان آفریں ہو یا محمد مصطفےٰؐ — وجہہ قرآنِ مبیں ہو یا محمد مصطفےٰؐ
نزہتِ بستانِ دیں ہو یا محمد مصطفےٰؐ

احمدِ مختار ہو تم یا شہِ ہر دوسرا — ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق ہی خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا — دیر اک پل درمیاں آئے نہیں ممکن ذرا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمد مصطفےٰؐ

آپ کے نقشِ قدم سے جو مشرف ہو زمیں — دیکھتا ہے اسکی رفعت رات دن عرشِ بریں
راز تو خلقت کے تمکو ہی کھلے ہیں شاہِ دیں — اور جو جو کچھ کہ ہیں اسرار رب العلمیں
سب کے تم برحق امیں ہو یا محمد مصطفےٰؐ

مخبرِ صادق ہو تم یا حضرت خیر الورا — سرورِ ہر دو سرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذات والا منبعِ لطف و عطا — کیا نظیر اک اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفےٰؐ

نظیر نے جس مستی و سرشاری کے ساتھ اپنی عقیدت بے پایاں و عشقِ رسولؐ کا اظہار کیا ہے۔ اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضور نبی مکرمؐ کے متعلق جن مبنی بر صداقت عقیدوں کا اظہار عہدِ نبویؐ سے ہوتا آرہا ہے۔ ان سب کا ذکر ہم ان

عاشقانِ رسولؐ کی نعتوں میں دیکھتے ہیں۔ اب یہی عقیدے بعض نے فرقوں کے نزدیک اختلاف کا سبب بن گئے ہیں۔ مثلاً رسول مقبولؐ کا شفیع المذنبین ہونا، خاتم المرسلین ہونا، عالم الغیب ہونا، وجہہ تخلیقِ کائنات ہونا، نورِ من نور اللہ ہونا، مولا و مختارِ کُل ہونا۔ نتیجہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں ان مسائل و عقائد میں اختلافی گروہ سے متاثر حضرات جب نعتیں رقم فرماتے ہیں، تو ان کے اشعار سادہ اور جذب و عقیدت سے عاری نظر آتے ہیں۔

انشاء و مصحفی کے عہد میں ہی میر اثر و میر حسن نے اپنی مثنویوں "خوابِ خیال" اور "سحرالبیان" میں نعتیہ اشعار قلمبند کئے۔ میر حسن کے یہاں پہنچ کر اردو اپنے پورے شباب پر آگئی ہے، اس کی رعنائیاں دلکش اور ادائیں دلنشیں ہیں منجھی ہوئی صاف و شفاف زبان سلاست و فصاحت کا نمونہ ہے:

ؐ

نبیؐ کون یعنی رسولِ کریمؐ — بنوّت کے دریا کا درِ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب — پہ علمِ لدنّی کھلا دل پہ سب
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے — بنایا بنوّت کا حقدار اسے
بنوّت جو کی حق نے اس پر تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانام

مثنویوں میں حمد و نعت و منقبت کو روایتی طور پر اجزائے لائنیفک قرار دیا گیا اور ہر مثنوی نگار پر خواہ وہ کسی دین و مذہب کا ہو، مثنوی لکھتے وقت ان اجزاء کی رسمی پیروی لازم ہوئی۔ آتش کے شاگرد منشی دیاشنکر نسیم گو ہندو تھے۔ مگر جب انہوں نے گلزارِ نسیم لکھی تو اشعار حمد و نعت بھی موزوں کئے:

ؔ ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری — ثمرہ ہے قلم کا حمدِ باری

کرتا ہے یہ دو زباں سے حمدِ حق و مدحتِ پیمبر

میر محمد باقر آگاہ دکنی جامع العلوم شاعر تھے۔ آپ کی نعتیہ مثنوی "راحتِ جاں" اس فن کا شاہکار ہے۔ ضخیم دیوان کے علاوہ آپ کی اہم تصانیف سیرتِ پاکِ رسول ؐ سے متعلق چند مثنویاں ہیں جن کے نام من دیپک، من ہرن، من موہن، جگ سوہن، آرام دل اور راحتِ جاں ہیں۔ آگاہ ایک کثیر التصانیف عالم و شاعر تھے اور نثر و نظم دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ "راحتِ جاں" سے چند اشعار نمونتہً درج ذیل ہیں۔ جن سے آگاہ کی قدرتِ سخن کا پتہ چلتا ہے۔

جوں خدا کی حمد میں حیراں ہے عقل یوں نبی ؐ کی نعت میں ناداں ہے عقل
احمدِ مرسل شہنشاہ رسل سرورِ عالم امامِ جزو و کل
وحدتِ مطلق کے گھن کا آفتاب خلق جس کے نور کا ہے ایک تاب
جب خلائق کوں ہوا اس سوں ظہور اس سبب سوں حق رکھا نام اس کا نور
حق سوں ہر دم سو درود و سو سلام نت اچھو تربت پہ اس کی صبح و شام

مولانا ظہیر احسن شوق نیموی نے اپنی مثنوی "سوز و گداز" میں اس طرح نعتیہ اشعار قلمبند کئے ہیں: ؎

جو وقت ذکرِ نعتِ مصطفےٰ ہے زبانِ خامہ پر صلِّ علےٰ ہے
نہ کیونکر شور ہو صلِّ علےٰ کا تصور ہے جنابِ مصطفےٰ کا

علامہ شوق نیموی نے بڑی فنی چابکدستی، ازدیادِ عقیدت، محاسنِ شعری اور روایتی مسلمات کے ساتھ سرکار ؐ کے قد بالا، سوادِ زلف، جمالِ روئے روشن، نقاطِ خال، لبِ جاں بخش، درِ دنداں، اندازِ تبسم، زیبِ زنخداں، گلا، سینہ، مہرِ نبوت

کی تصویر کشی اور سراپا نگاری کی ایک روشن مثال پیش کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:-

اب اس سے بڑھ کے کیا کہیے کہ کیا تھے
وہ اک آئینۂ وحدت نما تھے

واقعۂ معراج کے ذکر میں فرماتے ہیں:

ہوا قرب خداوند دو عالم | ہوئے کیا کیا نیاز و ناز باہم
ادب اب مانع طولِ سخن ہے | خیال این و آں مُہرِ دہن ہے

ذوق و غالب و مومن کے دور میں دلی کے آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی طرف سے باقاعدہ نعتیہ مشاعروں کا اہتمام ہونے لگا تھا۔ ظفر، مومن، مجروح، صہبائی، مولوی غلام امام شہید، فتح الملک رمز، رحیم میرٹھی، عزت سنگھ عیش اور سندر لال شگفتہ، لکھنوی۔ ان نعتیہ مشاعروں کی جان ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں میرٹھ کے مشہور رئیس منشی منور خاں منور، دلگیر کسی موقع سے بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور اپنا کلام دیہاتی زبان میں نذر کیا۔ بادشاہ دلگیر کے کلام سے لطف اندوز ہوئے۔ خلعت سے نوازا اور دیہاتی زبان میں دیوان مرتب کرنے کی فرمائش کی۔ افسوس کہ ۱۸۵۷ء میں بساطِ سلطنت ہی الٹ گئی اور آں قدح بہ شکست و آں ساقی نہ ماند، بہر حال بقول مولانا حالی " دلگیر سے قبل کسی نے دیہاتی زبان " دوآبے اور ہریانے " کی بولی میں ایسا دیوان مرتب نہیں کیا جس میں حمد و نعت، غزل اور جملۂ اصنافِ سخن موجود ہوں۔ دلگیر کی ایک نعت کے اشعار اسی زبان میں ملاحظہ ہوں:

نبی محمدؐ رب کے پیارے | سکھ پر جا کے راج دلالے
(تمام مخلوق)
رب کے بھیجے جگ ماں آئے | مھاری کھاطر دیوا لائے
(چراغ)

کران سر بچھ کھڑا کی بانی — ہمیں سنائی پڑھ کے جبانی

پاپ کٹے اور پن سنوارے — ہوگے مہارے کل نستارے

چل دلمیرا واکے ڈگرڑے — چھوڑ جگت کے رگڑے جھگڑے

اس عہد میں بھی فرداً فرداً ہر نعت گو کا ذکر ممکن نہیں اور نہ اس کی گنجائش ہے ذیل میں حکیم مومن خاں مومن کے ایک نعتیہ قصیدے کا مطلع دوم درج ہے، جو بہت مشہور و غور طلب رہا ہے :- ؎

زبان لال کہاں اور مدیح تاج خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس

ہوا ہے کون سی ایسی نگر مدینہ کی
دم مسیح کو ہے جس کی حسرتِ پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو
جسے بتاتے ہیں محبوب حضرتِ قدوس

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا
جو خلق کا سببب اور باعثِ معادِ نفوس

یہاں متاعِ شہنشاہ آفتاب نشاں
فلک سریر و قمر طلعت و ملک ناموس

مشہور مدّاحِ رسولؐ مولوی غلام امام شہیدؔ کا مرتبہ ان نعت گویوں میں سب سے بلند ہے۔ آپ کی پرکیف نعتیں بیحد مقبول ہوئیں اور آج بھی مجالس میلاد النبیؐ میں ان سے روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔ نمونتہً چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

اُڑا لے گئیں دل صدائیں تمہاری | کدھر آ کے گلیوں سے جائیں تمہاری
اُتر آئیں پریاں نہ کیوں اُڑتے اُڑتے | فرشتوں کو بھائیں ادائیں تمہاری
سُنا قصۂ بطن نخلہ تو جانا | نرالی ہیں جاناں ادائیں تمہاری
کریں جان و دل کو فدا جن و انساں | جو دلداریاں ہم سنائیں تمہاری

شہید اب عجب کیا ہے جن و بشر سب
غزل یہ مدینے میں گائیں تمہاری

تصوف و طریقت والوں کے نزدیک عشق رسول کی انتہا فنا فی الرسول ہے۔ صوفیوں اور سالکوں نے جب شاعری کی ہے، تو اس سرمایۂ اسرار کے حجابات اٹھا دیئے ہیں۔ فخر موجودات، خلاصۂ کائنات، بہائے آفرینش و سبب تخلیق کائنات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے اواخر سے تیرہویں صدی ہجری کے ٹھیک وسط تک حضرت شاہ نیاز احمدؒ بریلوی کا زمانہ ہے۔ سید امیر علی معروف بہ شاہ نیاز احمدؒ چشتی و قادری سرہند شریف میں پیدا ہوئے اور حصول تعلیم کی غرض سے سترہ سال کی عمر میں دہلی تشریف لائے۔ ۱۹ سال کی عمر میں محی چشتیت حضرت مولانا محمد فخر الدینؒ چشتی دہلوی سے علوم ظاہری و باطنی میں فارغ ہوئے اور حضرت شاہ عبد اللہؒ بغدادی سے سلسلۂ چشتیہ قادریہ میں بیعت ہو کر بریلی شریف میں ہی رہ گئے۔ آپ کا کلام توحید و تصوف کے حقائق اور رموز سلوک کا خزانہ ہے۔ فارسی و اُردو میں قادر الکلامی خود آپ کے ہر دو دیوان سے ظاہر ہے۔

حضرت نیاز بریلویؒ عشق خدا و رسول میں گم تھے۔ چند فارسی اشعار سے اس نکتے کی وضاحت چاہوں گا:

ے بہ لوحِ طالعِ ہر کس نوشت کردارے

بہ سرِ عشقِ من بندہ نقشِ عشق نوشت

ے دود آں سرکشی از سینۂ سوزانِ من مدِّ بسم اللہ باشد بر سرِ دیوانِ عشق

ے اسلام را گذاشتہ در عشقِ آں صنم مسجد خراب کردہ بدیر آمدیم ما

آنحضرت صلعم کی شان میں اس طرح رطب اللساں ہیں : ے

دلا خاکِ رہِ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

زہر سوئے بیا سوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

بہ ہر دم سجدۂ جاں سوئے ابروئے محمدؐ کن

بروئے قبلۂ روئے محمدؐ شو محمدؐ شو

با اخلاقِ الٰہی متصف بودن اگر خواہی

سراپا سیرتِ خوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

نیازؔ اندر دلت گو مہرِ عرفانِ خدا باشد

فدائے شانِ دلجوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

آپ کی نگاہِ حقیقت نورِ محمدی پر گئی، فرماتے ہیں : ے

بے تعین بود کنز مخفی اندر کنجِ غیب

در تعین آمد آں گنجینۂ اسرارہا

جلوہ نوری نمود و نور احمد نام ساخت

پس بود احمد احد از روئے ایں گفتارہا

رسول اکرم صلعم کی حدیث ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ

وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللہ گویا اس کی تشریح کر رہے ہیں : ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا | از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا
اسرار احمدیؐ سے آگاہ ہو سو جانے | تو نُور ہر شر رہے، ہر سنگ طور تیرا

قاب قوسین اس کے آگے ایک ہے ادنیٰ مقام
واں پہنچ کر کچھ نہ پوچھو کیا ہے کیا، وہ کیا ہوا

گر شانِ پیمبرؐ کی ابوجہل پہ کھلتی
اسلام کے لانے میں اسے ننگ نہ ہوتا

شاہ نیاز احمد بریلویؒ نے مقامی ہندی بھاشا میں بھی حمدیہ و نعتیہ اشعار لکھے ہیں۔ چند بعنوان "ہولی" لکھے ہیں۔ اس تمثیلی انداز سے شاہ صاحبؒ نے اپنے وجد و کیف کا اظہار فرمایا ہے :

ہولی ہو رہی احمدؐ جی کے دوار | نبیؐ علی کو رنگ بنو ہی حسن حسین کھلار
ایسو انوکھو چتر کھلاری رنگ دیو سنسار | نیاز پیارا بھر بھر چھڑکے دیکھی رنگ سیس پکار

علامہ محسن کاکوروی اور ریاض خیر آبادی نے بھی بالالتزام نعتیں لکھی ہیں۔ محسن کاکوروی کا یہ نعتیہ قصیدہ بہت مشہور ہوا : ؎

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
لائی ہے دوش پہ بھر بھر کے صبا گنگا جل

سرکارؐ سے اپنی انتہائے عقیدت کا اظہار اس شعر میں فرمایا ہے، جو لائقِ توجہ ہے :

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

مٹا ڈالیں بنا کر صورتیں آدمؑ سے تا عیسیٰؑ
کہیں تب جا کے اترا راست اک نقشہ ترے قد کا

حقیقت یہ ہے کہ حضرت محسنؔ نے نعت گوئی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام وفورِ جذبات دروں کا آئینہ ہے۔ فرماتے ہیں:

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے — زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے
احد کے پہلو میں کیا کہہ اہا ہے نقطۂ میم — بلاؤ قدسیوں کو حلِ چیستاں کے لئے
نہ تھا بجز قد بالائے سرورِ عالمؐ — جو کوئی تیر تھا قوسین کی کماں کے لئے
کریگا کیا تری توصیف کلک منشیٔ چرخ — زبان چاہیئے، منہ چاہیئے بیاں کے لئے

خدا کے سامنے محسنؔ پڑھوں گا وصفِ نبیؐ
بچھے ہیں جھاڑ یہ باتوں کے لامکاں کے لئے

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کے شاگرد عزیز خواجہ الطاف حسین حالیؔ نے اپنے مشہور زمانہ مسدس میں جو نعتیہ مندرج لکھے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اُردو نعتوں میں ان سے زیادہ مقبولیت اور کسی کو نہ ہوئی:-

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل و نوید مسیحا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

ـہ بتاؤں تمہیں ان کا اسم مجدؐ محمدؐ محمدؐ محمدؐ

منشی امیر احمد مینائی لکھنوی نعت گوئی کی ابتداء محسن کاکوروی کی صحبت میں ہی کر چکے تھے۔ اگرچہ نعت گوئی کی طرف وہ خاطر خواہ توجہ اپنے بیان کے مطابق رامپور آنے کے بعد نواب کلب علی خاں کے عہد حکومت میں کر سکے۔ کہتے ہیں:

وہ کلب علی خاں بہادر کا دَر جو سارے رئیسوں میں ہے نامور
یہ اس در سے حاصل سعادت ہوئی سوئے نعت مائل طبیعت ہوئی

۱۲۷۷ھ میں امیر کے پاس اتنی نعتیہ غزلیں جمع ہوگئیں کہ انھوں نے دیوان مرتب کر لیا اور اس میں قصاید اور کچھ دوسرے نعتیہ منظومات شامل کرکے اس کا تاریخی نام "محامد خاتم النبیینؐ" رکھا۔ صاحب شعر الہند کے مطابق شعرائے متاخرین کی نعت گوئی میں فرقِ مراتب کے باوجود ذیل کی خصوصیات مشترک ہیں:۔

(۱) رسولؐ کی شان میں عاشقانہ الفاظ مثلاً وصل، ہجر، شوق اور بیتابی وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہے اور اس حیثیت سے آپؐ کے خط و خال، زلف و گیسو، لب و دہن، اور چہرہ و رخسارہ وغیرہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔

(۲) معنی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا گیا ہے، یعنی جدید استعارے پیدا کئے گئے ہیں اور رعایت لفظی و صنعت تضاد وغیرہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔

(۳) بہت سی غیر متحقق روایتیں اور معجزات نظم کئے گئے ہیں۔

(۴) شاعرانہ مبالغہ طرازیوں میں صحیح واقعات اور مستند روایات کی صورت بدل گئی ہے"۔

نعت گوئی میں چونکہ عقیدے کو بڑا دخل ہے، لہٰذا اس باب میں مختلف عقاید

کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ اس سے قطع نظر شاعری میں نعت نویسی کو بحیثیت فن کس طرح برتا گیا ہے۔ اس پر میں آگے چل کر روشنی ڈالوں گا۔ بہر حال امیر کی نعتوں کا انداز ذیل کے اشعار سے نمایاں ہے : ؎

بیاں کیا ہو شہنشاہِ عرب کی شان و شوکت کا
فلک جس کے درِ دولت پہ نقّارہ ہو نوبت کا

بالائے آسمان کہ سرِ آسماں نہ تھا
احمدؐ کے حسنِ پاک کا جلوہ کہاں نہ تھا

خلق سمجھی ہے جسے سایۂ ابرِ رحمت
ہے وہ اک گوشۂ دامانِ رسولِ عربیؐ

گنبدِ خضریٰ کی زیارت کا اشتیاق بے پایاں ملاحظہ ہو :

المدد شوقِ مدینہ المدد — تھک گیا ہوں اب چلا جاتا نہیں

؎ جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

بخوف طوالت میں چند ایسی ہی نعتوں کے ذکر پر اکتفا کر رہا ہوں، جو اپنے شعری محاسن اور شہرت کے لحاظ سے کافی اہم ہیں۔ اس سلسلے میں شمس العلماء، خان بہادر نواب عزیز جنگ ولاؔ کی نظم موسوم بہ "تصویرِ نور" بیحد اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں تعیمات دقیقہ ہائے مبارک باشمائل اقدس نبی کریمؐ پیش کی گئی ہیں۔ مسدس کے چار سو بند پر یہ نظم مشتمل ہے، نمونۃً چند بند ملاحظہ ہوں :۔

بند ۱۶ مکمل مصحف عارض اسی کا ایک پارہ ہے — ولا انگشت نبی بھی اسی کا اک اشارہ ہے
(چمن رخسار) کا اس گلشن رخ میں نظارہ ہے — گلِ گوشِ مبارک بھی اسی کا گوشوارہ ہے
اسی کو مطلع خورشید و برج ماہ کہتے ہیں
ہم اس کو چہرۂ پاکِ رسول اللہؐ کہتے ہیں

بند ۲۱ ولا جسم مبارک نور یزدانی کا پتلا ہے — جسے خود اپنے ہاتھوں صانع قدرت نے ڈھالا ہے
اسی نورِ مجسم کا مرقع یہ سراپا ہے — اسی کا عکس ہے جرم قمر خورشید سیما ہے
زمیں پر عمر بھر ہم نے نہ پایا اس کے سائے کو
سمجھتے ہی نہ تھے کچھ آج تک ہم اس کنائے کو

بند ۲۴۶ سخن سنجوں نے دی تشبیہ ان دانتوں کو گوہر سے — نگاہِ نکتہ سنجاں میں نظر آتے ہیں اختر سے
چمن میں باغباں کا استعارہ شبنم تر سے — کہا حب نباتی ان کو لب نے اپنی شکر سے
ہم ان کو پارۂ الماس مخروطی سمجھتے ہیں
بلاغت میں ہم اس تشبیہ کو پوری سمجھتے ہیں

بند ۳۴۱ ولا شق القمر اعجاز انگشتِ شہادت کا — یہ استثنا ہے روشن مقصدِ قانونِ قدرت کا
خلافِ عقل ہے لیکن ہے ماخذ خرقِ عادت کا — یہی ہے معجزہ مصداق اعجازِ نبوت کا
مخالف منحرف ہیں انگلیاں کانوں میں رکھتے ہیں
نبیؐ اپنی نبوت کی اسناد شانوں میں رکھتے ہیں

غرض اسی طرح حضرت ولا نے نہایت تفصیل اور باریک بینی کے ساتھ سراپائے حضورؐ کی تصویر نورانی پیش کی ہے۔ شعری محاسن پیدا کرنے کی کوشش بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ واقعات و روایات کی مدد سے اپنے توصیفی اور مدحیہ انداز کو تقویت پہنچائی ہے۔

مولانا عبدالعلیم آسی غازی پوری، اردو میں اپنی متصوفانہ شاعری کے لئے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی بڑی باکیف نعتیں قلم فرمائی ہیں۔ حضرت آسیؒ کی نعتیہ تصنیف "عین المعارف" اردو میں نعتیہ شاعری کا ایک اہم صحیفہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ آسی کی نعتیں ان کے جذب و مستی کی غماز ہیں۔ محویت و مشاہدہ کا عالم دیکھئے:- ؎

اپنی نظر میں آپ در آؤں محال ہے　　گھیرے ہوئے ہے جلوۂ انوار مصطفیٰؐ
جو شئے تری نگاہ سے گذرے درود پڑھ　　ہر جزو کل ہے مظہرِ انوار مصطفیٰؐ

یہاں پر رسول مقبولؐ کی یہ حدیث بھی ذہن میں رہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللہِ۔

؎ آئینہ آپ کے نزدیک جو نامحرم ہے　　آپ نے خاک نہ جانا کہ مجھے کیا غم ہے
؎ جو اڑی خاک قدم جان پڑی اس میں حرم　　کیا ہوا جنبشِ دامن کی مسیحا دم ہے

؎ وہاں پہنچ کے یہ کہنا صبا سلام کے بعد　　کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد
وہ خط، وہ چہرہ، وہ زلف سیاہ تو دیکھو　　کہ شام صبح کے بعد آئی، صبح شام کے بعد

الٰہی آسی بیتاب کس سے چھوٹا ہے
کہ خط میں روز قیامت لکھا ہے نام کے بعد

مولانا آسی غازی پوری ہی کی طرح مولانا وحید الہ آبادی بھی ایک صوفی منش بزرگ شاعر گذرے ہیں۔ ان کے کلام میں سادگی و پرکاری ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر تھی، جن میں بیشتر رؤسائے عظیم آباد صوفیاء اور مشائخ تھے۔ مثلاً شاہ اکبر دانا پوری، بینظیر شاہ وارثی کڑا مانکپوری اور اکبر الہ آبادی وغیرہ۔ بے نظیر شاہ اور اکبر دانا پوری نے

تو بڑی والہانہ نعتیں لکھی ہیں۔ بے نظیر شاہ کے ایک نعتیہ قصیدہ سے چند ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں، جن سے ان کے علوئے تخیل اور زورِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے: ؎

زہے آں شاہدِ مطلق بہ ملبوسِ سلیمانی
محمد مرسلِ برحق امیرِ بزمِ امکانی

بحد داخل زحد بیروں بہ کل شامل ز کل افزوں
ازل قربت ابد مقروں بہ فرصت گاہ دورانی

خدا را مصطفیٰ داند کسے وصفش چہ داند
خدا را خود خدا داند نہ ذہنِ انسی و جانی

الا اذ جبت او ابا تجدہ لا کان تقابا
حقیقت را اگر بابا نہ من دانم نہ تو دانی

جناب شاہ اکبر داناپوری وحید کے تلامذہ میں گل سرسبد تھے، آپ کا تعلق داناپور کے خانوادۂ تصوف و طریقت سے تھا۔ روحانی فیوض بزرگان خاندان سے حاصل تھے۔ عشقِ رسول متاعِ زیست تھا۔ انہوں نے کثرت سے نعتیں لکھی ہیں۔ "جذباتِ اکبر" اور "تجلیاتِ عشق" دونوں دواوین نعتیہ غزلوں سے معمور ہیں۔ رنگِ سخن چند اشعار سے ہویدا ہے: ؎

مصحفِ ناطق رخِ پُر نور ہے اس ماہ کا
ابروئے سلطانِ دیں طغریٰ ہے بسم اللہ کا

کہکشاں سے ہے عیاں رستہ مدینہ کا ضرور
یہ نشاں ہے قدسیوں کے قافلے کی راہ کا

تھا مدینہ سامنے آنکھوں کے ہنگام طواف
میں نے کعبہ میں بھی دیکھا گھر رسول اللہ کا

تینوں قبریں روضۂ اقدس میں ہیں یاں شان سے
خط کوفی میں لکھا ہو جیسے نام اللہ کا

غل ہے بازاروں میں اکبر پھر مدینہ کو چلے
میرے دل سے پوچھے کوئی لطف اس افواہ کا

اللہ نے ہی سب سے پہلے اپنے محمدؐ کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ شاہ اکبر صاحب لکھتے ہیں:

مجھے اس فن میں شاگردِ خدا کا ہے لقب اکبر
اسی نے مجھ کو بتلایا طریقہ نعتِ احمدؐ کا

والہ و شیدائے رسولؐ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلویؒ کے ذکر کے بغیر اُردو کی نعتیہ شاعری کا تصور محال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت ایک بہترین صنفِ سخن اور باعثِ ثواب ہے۔ لیکن زورِ قلم اور جولانیٔ طبع کے تحت اس فن میں قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے۔ وہ ذاتِ مقدس جس کی سرکار میں دانستہ و نادانستہ ذرا بھی سوئے ادب و رفع صوت، حبطِ اعمال کا سبب ہے، اس کی مدح و نعت بڑے ہوش و حواس کا کام ہے۔ با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار کی منزل ہمہ دم پیش نگاہ رہنی چاہیے۔ "الملفوظ" میں حضرت فاضل بریلویؒ نے فنِ نعت گوئی کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے۔ اپنی نعت گوئی کے لئے قرآن و حدیث کو ہی شمعِ راہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب سے پاک ہے۔ نعت گوئی میں آپ حضرت حسّانؓ کی پیروی کافی سمجھتے ہیں، جن کی نعتیں سُن کر خود رسالت مآبؐ محظوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حسّانؓ بس ہے

آپ احکام شریعت میں بڑے سخت اور اس کے مبلغ و نگراں تھے، اپنی نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں:

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآں سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

آپ کی "حدائق بخشش" ہر دو حصص ایک ایسی متاعِ بے بہا ہے جس پر اردو شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ حضرت رضا کی نعتیں سادہ، سہل، عام فہم، سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہوتی ہیں۔ فنی نقطۂ نظر سے بھی مشکل زمینوں میں بندش و تراکیب اور قدرتِ فن کا سارا حسن رکھتی ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ
مولیٰ گلبن رحمتِ زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثمان حیدر ہر اک اس کی شاخ
ظاہر و باطن، اول و آخر، زیبِ فروع و زینِ اصول
باغِ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ، جڑ، پتی شاخ
آلِ احمد خذ بیدی یا سید حمزہ کن مددی
وقتِ خزانِ عمرِ رضا ہو برگِ ہدیٰ سے نہ عاری شاخ

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا، کعبہ سے آتی ہے صدا — میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحیٰ تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میرا آقا نور کا ہے میرا مولیٰ نور کا — مصطفیٰ صلی علیٰ سرکار والا نور کا

ذرّے جھڑ کر تیری پیزاروں کے | تاجِ سر بنتے ہیں سیاروں کے
میرے آقا کا وہ در ہے جس پہ | ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

حسرت میں خاکِ بوسیِ طیبہ کی اے رضاؔ | ٹپکا جو چشم مہر سے وہ خونِ ناب ہوں
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا | خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں جسے

بھینی سُہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے | کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جانِ نو | یہ راہ جانفزا مرے مولیٰ کے در کی ہے

خلد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے | اندھیری رات سُنی تھی، چراغ لے کے چلے
رضاؔ کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومو | تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

اِن اشعار کو دیکھنے سے حضرت رضاؔ کی سرشاریِ عشقِ رسولؐ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اشعار میں تلمیحاتِ قرآنی اور معجزات و معتقدات کا ذکر بڑی خوبصورتی سے ہوا ہے۔

یوں تو روایتی طور پہ انگنت شعراء نے نعتیں لکھی ہیں۔ لیکن ایسی عام نعتوں میں تراکیب و بندش کا اُلجھاؤ، شاعرانہ فکر، خیالی مفروضے اور طاری کردہ جذبات کی بے کیفی و بے اثری کا احساس نمایاں رہتا ہے۔ تاہم اکثر شعراء کی نعتیں اپنی اثرانگیزی، سوزوگداز و رقت خیزی سے شاعر کے جذباتِ حقیقی کا پتہ دیتی ہیں۔ نعتیں دراصل "از دل خیزد بر دل ریزد" کی میزان صداقت ہیں۔ تصوف پسند شاعر اصغر گونڈوی کے نعتیہ اشعار بھی اسی ضمن میں آتے ہیں۔ چند شعر حسبِ ذیل ہیں :

سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبستانِ حرا | نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفےٰؐ
دیکھیے کیا حال کر ڈالے شبِ یلدائے غم | ہاں نظر آئے، ذرا صبحِ جمالِ مصطفےٰؐ

عالمِ ناسوت میں اور عالمِ لاہوت میں کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمالِ مصطفےٰؐ

اسی طرح علامہ شاد عظیم آبادی کا عارفانہ کلام بھی اسی طرح کے نعتیہ اشعار سے منور ہے : ؎

موجِ پیمانۂ تقدیر ہے گیسو تیرا طاقِ میخانۂ توحید ہے ابرو تیرا

سراپا موقلم بن جاؤں بند آنکھیں اگر کر لوں
اُتاروں صفحۂ خالی پہ تیرا ہو بہو نقشا

میرے شعروں میں جلوہ شاہدِ معنی کا پیدا ہے
نظر آتا ہے لفظوں کا فقط ہلکا سا اِک پردا

آئینہ ہے لا و اِلّا حسنِ عالمگیر کا
ایک ہے دیکھو پلٹ کر دونوں رُخ تصویر کا

یہ حسرت ہے کہ اس کو دیکھ لوں اُس کی صدا سن لوں
بہ ایں چشمانِ نابینا بہ ایں اسماعِ ناشنوا

نوا سنجو مرے نغموں کا غل ہے عرشِ اعظم پر
خوش آواز دسرِ طوبیٰ پہ جاتا ہے مرا نالا

لکھتے رسالہ ہم ترے وصفِ جبیں کا ملتا قلم ہمیں جو پرِ جبرئیلؑ کا
ساقی کی چشمِ مست کا اللہ رے اثر پانی شراب بن گیا سلسبیل کا
از بسکہ انتظار میں لذت ہے بیشمار شکوہ ہے چشمِ شوق کو عمرِ قلیل کا

خانقاہیں عام طور پر نعتیہ شاعری کا مرکز رہی ہیں، اہل سلاسل، اس مبداء جمال یزدانی و مصدر انوار ربانی کے تصور میں فنا ہو جانا حاصل زندگی سمجھتے ہیں صوفیاء اور مشائخین نے نعتیہ شاعری کو اپنے مشاہدات کی تجلی اور اپنے جذبات و کیفیات کی رنگینی عطا کی ہے۔ محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی کا نعتیہ کلام نورانی و روحانی لمعات و لمحات کا مظہر ہے۔ آپ کی نسبت سمنانیت و اشرفیت کا فیضان صاف نمایاں ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

یاد آئے ہیں تو پھر یاد کی لذت لوٹو
جھوم کر بولو کہ اے میرے نبی صل اللہ
کیا ثنا ان کی کروں جن کا ثنا خواں ہے خدا
یہ تو سید کی ہے درماں طلبی صل اللہ

مرحبا صل علیٰ روح عجم جان عرب
عزت دین عرب شوکت ایمان عرب
کیوں نہ شاہی ہو فدا ایسی شہنشاہی پر
باب عالی کے گدا ہو گئے شاہان عرب

وہ صبح ولادت ہو یا وقت اسریٰ مری قبر ہو، یا قیامت کا عرصہ
جہاں جس گھڑی آ گئے جس نے دیکھا، پکارا کہ رحمت خرام آ رہے ہیں

وہ فضل و کمال آپ کا اللہ اللہ، وہ جاہ و جلال آپ کا اللہ اللہ
گداؤں کا کیا ذکر ہے ان کے در پر، سلاطین بن کر غلام آ رہے ہیں

ان مشائخین طریقت و سرشاران بادۂ حقیقت کے عشق و مستی کا کیا پوچھنا۔ جن کے قلوب مشکوٰۃ نبوت کے ازلی نور سے منور ہوں۔ ؎

گنج عزلت، کہ طلسماتِ عجائب دارد
فتح آں در نظر ہمت درویشان است

اس برصغیر میں سرزمین پنجاب وہ مبارک جگہ ہے جہاں صوفیوں، فقیروں اور اللہ والوں کے علاوہ شاعروں میں بھی قابل رشک عاشقانِ رسولؐ پیدا ہوئے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس محرم راز درون میخانہ کی شاعری ہی چیزے دگر ہے۔ بانگ درا ہو، یا ضرب کلیم، بال جبریل ہو یا ارمغان حجاز، پیام مشرق ہو، یا زبور عجم، اسرار خودی ہو، یا رموز بیخودی۔ جاوید نامہ ہو یا مثنوی پس چہ باید کرد۔ ہر جگہ اقبال کی والہانہ شان انفرادی نمایاں ہے۔ اس وارفتۂ عشق رسولؐ کی ادا ہی نرالی ہے، رنگ ہی جدا ہے، انداز ہی الگ ہے کلام اقبال کا بیشتر حصہ عشق رسولؐ کی تجلیوں کا مظہر ہے۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں اقبال سے ایک مستقل باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ انہوں نے نعتیہ شاعری کو تکنیکی طور پر جو ندرت بخشی ہے، صوری و معنوی طور پر جو شوکت و وسعت عطا کی ہے۔ اس کی مثالیں نہیں ملتی۔ اسلوب و ادا کا یہ فنی حسن بھی اردو میں نایاب ہے۔

روح نعت دراصل جذبۂ تعظیم و احترام نبویؐ ہے اور یہ بغیر عشق و محبت کے میسر نہیں۔ اقبال کو آنحضرتؐ سے جو عشق تھا اس کا اندازہ مثنوی اسرار خودی کے درج ذیل اشعار سے ہو سکتا ہے۔ جس اقبال نے سرکار دو عالم سے عرض کیا ہے کہ اگر میری تعلیم غیر قرآنی ہو،

اگر میرا دل ایمان کے جوہر سے خالی ہے تو آپ روزِ محشر مجھے ذلیل و خوار کر دیں اور اپنے قدمِ پاک کے بوسے کی سعادت سے محروم رکھیں۔ ؎

گر دلم آئینۂ بے جوہر است | در بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا | بے نصیب از بوسۂ پاکن مرا

یہ محبت و اطاعتِ رسولؐ جس کی تاکید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ہمیشہ اقبال کے پیشِ نظر رہی۔ یہ آیت کریمہ شاہد ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی محبت کی ضامن ہے۔ اتباع و اطاعت بغیر محبت خاطر خواہ ممکن نہیں۔ لہٰذا عشقِ رسولؐ تحفظِ ایمانی کے لئے شرط ٹھہرا۔ اقبالؒ نے اسی عشقِ رسولؐ کی وہ وہ تفسیر و تشریح بیان فرمائی ہے کہ دیدہ و دل شادکام ہوتے ہیں۔ عشقِ رسولؐ اقبال کا عقیدۂ محکم اور ایمان و ایقان ہے۔

اقبال کی نعتیہ شاعری خود ایک ایسا موضوع ہے، جس پر صفحات کے صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے ہر دور کی شاعری اپنے تدریجی ارتقاء کے ساتھ ساتھ مداحئ رسولؐ کی حامل رہی۔ بانگِ درا کے یہ نعتیہ اشعار سادہ مگر پُر کیف ہیں۔ محبت کی بے تابیاں عجیب ہیں: ؎

جسے میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
سراپا حسن بن جاتا ہے، جس کے حُسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

اقبال رحؒ کی فارسی تصانیف اور اُردو میں خصوصاً بال جبریل کے مطالعہ سے عشقِ رسولؐ میں ان کی وارفتگی اور والہانہ اظہارِ عقیدت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان اشعار کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اقبالؒ فنا فی الرسولؐ کے مقام بلند کو پہچانتے تھے۔ فرماتے ہیں:

بس اتنی سی حقیقت ہے ہمارے دین و ایماں کی
کہ اس جانِ جہاںؐ کا آدمی دیوانہ بن جائے

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے۔ پردۂ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار خود کو چھپا چھپا کر
.... شہیدِ عشق نبیؐ کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی، ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر

ترے ثنا گو عروسِ رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روزِ محشر
کہ اس کو پیچھے لگا لیا ہے، گناہ اپنے دکھا دکھا کر
...... شہیدِ عشقِ نبیؐ ہوں میری لحد پہ شمعِ قمر جلے گی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے، چراغ خورشید سے جلا کر
...... خیال راہِ عدم سے اقبالؔ، تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے، صلہ مری نعت کا عطا کر

فارسی اشعار سے مثالیں دینا ہر چند کہ میرے موضوع سے باہر ہے، تاہم اقبالؔ کے نعتیہ اندازِ بیان اور اس کے اُمڈے ہوئے جذباتِ عشق کی خوش ادائیاں فارسی ہی میں قابلِ دید ہیں: ؎

طرحِ عشق انداز اندر جانِ خویش — تازہ کن با مصطفیٰؐ پیمانِ خویش
در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰؐ است

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اوست — بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست
فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰؐ است — ایں تجلی ہائے ذاتِ مصطفیٰؐ است

اقبالؔ کی آرزو ہے کہ انہیں موت آئے تو سرزمینِ حجاز میں۔ وہ خود کو اس آرزو کا اہل نہیں سمجھتے۔ اظہارِ شرم و ندامت کے ساتھ لکھتے ہیں: ؎

مستِ شانِ رحمتِ گیتی نواز — آرزو دارم کہ میرم در حجاز

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است   اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اسی سرزمین پنجاب کے خوش فکر و اولوالعزم شاعر حفیظ جالندھری نے اپنی شاہکار مثنوی شاہنامۂ اسلام لکھ کر دنیائے علم و عرفان سے خراج تحسین حاصل کیا۔ شاہنامہ حفیظ کا وہ زندہ کارنامہ ہے۔ جس میں حفیظ کے نعتیہ اشعار ان کے خلوص و شوق، عشق و محبت اور درد و گداز دل کے غماز ہیں۔ حفیظ کے جذبات مطہر کے تقدس کی قسم کھائی جا سکتی ہیں۔ شاہنامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا بیان دیدنی ہے۔ چند اشعار جا بجا سے نمونتہً درج ذیل ہیں۔

وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے توراۃ کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا
بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پُر کیف شہنائی
ہوئی فوج ملائک جمع زیرِ چرخ مینائی
سحابِ نور آ کر چھا گیا مکّے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلیںؐ تشریف لائے ہیں
جنابِ رحمت اللعالمیں تشریف لائے ہیں
بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

بہر سو نغمۂ صلِّ علیٰ گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی رُوح دوڑادی ہواؤں میں

بیسویں صدی کا آغاز سیاسی آویزشوں اور تحریکوں کے ساتھ ہوا۔ ہندوستان کی آزادی کا خواب دیکھا جانے لگا تھا اور اس کی تعبیر ایک یقینی سی چیز ہو گئی تھی۔ تمام مذہب و ملت کے افراد ایک ہی جذبۂ حُبّ وطن کے ساتھ اس جدوجہد میں لگ گئے۔ ہر شعبۂ زندگی میں اس کی بیداری کا احساس شدید ہو گیا۔ کیا سیاست، کیا صحافت، کیا تعلیم و تعلّم ہر جگہ یہ کارگزاری جاری رہی۔ ان حالات میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خاں، مولانا اقبال سہیل، مولانا حسرت موہانی اور مولانا ابوالکلام آزاد ایسی ہی چند ہستیاں تھیں۔ جن کے قلوب اسی رہبرِ انسانیت و شمعِ ہدایت سے روشنی پاتے رہے۔ ان کی انفرادیت مُسلّم ہے اور بقول اقبالؒ : ؎

تا مرا افتاد بر رویت نظر از آب و ام گشتۂ محبوب تر

محمد علی جوہر کی شاعرانہ صلاحیتیں مُسلّم تھیں، وہ اگر صرف اُردو شاعری کے ہو رہتے تو نہ معلوم شاعر کی حیثیت سے ان کا مقام کتنا بلند ہوتا۔ تاہم جو کلام ان کا دستیاب ہے، وہی ان کی قادر الکلامی اور فن کارانہ مہارت کی دلیل ہے۔ جو کہا ہے پورے خلوص و صداقت سے کہا ہے۔ مولانا جوہر کی حسب ذیل نعت ان کے جذبات و کیفیات کی کتنی سچی ترجمان ہے :

کلفتِ قطعِ منازل ہوئی کافور ہے آج
ہے مدینہ سے جو نزدیک تو سب دور ہے آج
اپنے پلّے کوئی سوغات نہیں اس کے سوا
نقدِ جاں نذر کرے دل ہی دستور ہے آج
سنگِ در تک تو بہر حال رسائی بخشی
دیکھوں کیا کیا مرے سرکار کو منظور ہے آج

آرزوہائے دو عالم تھیں اور اک دل کل تک
فقط اک تیری تمنا سے وہ معمور ہے آج
اب بھی دیدار سے محروم ہی رکھئے گا ہمیں
تھی جو اک حسرتِ پابوس بدستور ہے آج
جس سے چہرے دمک اٹھتے تھے کبھی یثرب کے
دیکھو جوہر کی بھی آنکھوں میں وہی نور ہے آج

دنیائے صحافت میں ایک عرصہ تک مولانا ظفر علی خاں کا ڈنکا بجتا رہا۔ آپ نے زبان و ادب اور ملک و قوم کی جو خدمتیں کی ہیں ان کا زمانہ قائل ہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے نعتیہ شاعری کے نہایت عمدہ اور مقبول عام نمونے چھوڑے ہیں۔ آئینۂ قلب کی عکس ریزیاں اور اظہار بیان کی قدرت ملاحظہ ہو:۔

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفےٰ — دیکھے کہ جبرئیل ہے دربانِ مصطفےٰ
لطف خدائے پاک کی تصویر پھر گئی — پھرنے لگے جب آنکھ میں احسانِ مصطفےٰ
پھیلا ہوا ہے اسود و احمر کے واسطے — صحنِ عرب میں تا بہ عجم خوانِ مصطفےٰ
لائے نہ کیوں یہ نغمہ ملائک کو وجد میں — گاتا ہے جس کو بلبلِ بستانِ مصطفےٰ

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو — ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو
سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا — سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو
جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر — اسکی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو
گرتے ہوئے کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہیں تو ہو

مولانا اقبال سہیل اُردو کے گنجہائے گرانمایہ سے ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے آپ پر مضمون لکھ کر تعارف کا حق ادا کر دیا ہے۔ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم کی ردیف اور عالم و برہم کے قوافی کے ساتھ اُردو میں بیشمار نعتیں لکھی گئی ہیں۔ اس مشہور زمین میں مولانا اقبال سہیل کی نعت بہت خوب اور درجۂ اولیت رکھتی ہے:

احمد مرسل، فخرِ دو عالم، صلی اللہ علیہ وسلم
مظہرِ عالم، مرسل خاتم، صلی اللہ علیہ وسلم

فرد و جماعت، امر و اطاعت، کسب و قناعت، عفو و شجاعت
حل کئے، جو اسرار تھے مبہم، صلی اللہ علیہ وسلم

صدقے جس کی خاکِ قدم پر تختِ فریدوں، تختِ سکندر
سطوتِ کسریٰ، شان کَے و جم، صلی اللہ علیہ وسلم

فقر و غنا دونوں کا سلطان، روح و جسد دونوں کا درماں
دین کا اور دنیا کا سنگم، صلی اللہ علیہ وسلم

صدرِ امم، سلطانِ مدینہ، وہ جسکے کفِ پا کا پسینہ
گلگونۂ فردوس کی شبنم، صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا حسرت موہانی کا شمار اُردو کے خوش آہنگ اساتذۂ فن میں ہوتا ہے۔ حسرت کی شخصیت اور ان کے مزاج کی شگفتگی و وارفتگی ہی ان کے اشعار کی جان ہے۔ اُردو کی عشقیہ شاعری ان پر ہمیشہ ناز کرے گی۔ وہ سراپا عشق تھے اور یہ جذبہ ان کی روح پر مستولی تھا۔ ورنہ جیل کی مشقت کے ساتھ ساتھ مشقِ سخن جاری نہ رہتی۔ حسرت، ہندوستان

کی دہشت ناک سیاست میں جس حوصلے اور عزم سے آئے اور جس تنقل مزاجی کے ساتھ رہے اس کی داد انہیں وقت نے دی یا نہ دی اس سے بحث نہیں، وہ اپنی سہہ رخی زندگی یعنی سیاسیانہ، شاعرانہ، اور متصوفانہ زندگی میں بہرحال ایک سچے اور کامیاب عاشق کی طرح نظر آتے ہیں۔

حسرت کی شاعری سراسر عاشقانہ ہے، وہ اپنی مجازی مگر پاکباز عشق کے اظہار میں جب حسن و صداقت و راستبازی سے تازگی و لطف پیدا کرتے ہیں تو عشق حقیقی کے بیان میں کیفیاتِ دلی و واردات قلبی کی سچی ترجمانی حظ و انبساط روحانی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ وہ مجازی و حقیقی دونوں عشق کی سخت منزلوں سے آگاہ و آشنا تھے:

آسان حقیقی ہے نہ کچھ سہل مجازی
معلوم ہوئی راہِ محبت کی درازی

مگر دلِ حق آگاہِ حسرت نے عشقِ رسولؐ کو ہی حیات دارین کا ماحصل جانا، وہ حج و زیارتِ حرمین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور طائرِ روح گلشن مراد میں پہنچ کر یوں نغمہ سنج ہوا:

پسندِ شوق ہے آب و ہوا مدینے کی — عجب بہار ہے صلی علیٰ مدینے کی
بامتیازِ بہ تخصیص خواب گاہِ رسولؐ — قلوب اہلِ ولا میں ہے جا مدینے کی
علاجِ علتِ عصیاں کی فکر کیا ہو اسے — جسے نصیب ہو خاکِ شفا مدینے کی

مظہرِ شانِ کبریا صلی علیٰ محمدؐ — آئینۂ خدا نما صلی علیٰ محمدؐ
موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں — سرورِ خیلِ انبیا صلی علیٰ محمدؐ
مرکزِ عشقِ دلکشا، مصدرِ حسن جانفزا — صورت و سیرتِ خدا صلی علیٰ محمدؐ

مونسِ دل شکستگاں، پشت پناہ خستگاں شافعِ عرصۂ جزا صلِّ علیٰ محمدؐ

حسرت اگر رکھے ہے تو بخششِ حق کی آرزو

وردِ زباں رہے سدا، صلِّ علیٰ محمدؐ

علامہ اقبالؒ، محمد علی جوہر، ظفر علی خاں، مولانا حسرتؔ موہانی وغیرہ کے یہ نعتیہ اشعار ان کی پاک طینتی اور قوتِ ایمانی کے مظہر ہیں۔ سوز و گداز عشق کی ان پاکیزہ تصویروں میں زرِ خالص و جوہرِ اصلی کی چمک دمک ہے۔ سیاست و صحافت اور معاشرتی زندگی کی پرچھائیاں نورِ حقیقی کی شعاعوں میں یکسر معدوم ہیں۔

اس دور کے اور بھی بہتیرے نامور شعراء نے نعت گوئی میں طبع آزمائی کی ہے۔ جلیلؔ مانک پوری، عزیزؔ لکھنوی، شفقؔ عماد پوری، سیمابؔ اکبر آبادی، آغا حشرؔ کاشمیری، بیخودؔ دہلوی، اور جوشؔ ملیح آبادی کا نام ایک سانس میں لیا جا سکتا ہے۔ فرداً فرداً ان سب کا تذکرہ بخوفِ طوالت حذف کرتا ہوں

ان معاصرین میں جوشؔ ملیح آبادی اپنے اسلوبِ آہنگ کے لحاظ سے منفرد ہیں۔ مگر ان کے یہاں لفظوں کے طمطراق، شوکتِ زبان، زورِ بیاں اور علوئے تخیل میں گداختگیٔ قلب و رقتِ جذبات کا دور دور پتہ نہیں۔ نعتِ رسولؐ میں عقیدت و عبدیت کی گھلاوٹ طرۂ امتیاز سمجھی گئی ہے۔ جوشؔ کی نعتیں محض رسمِ شاعری کے طور پر لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

بہر طور ذیل میں جوشؔ کے چند نعتیہ اشعار نمونتہً درج ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ جوشؔ کی نعتیں اخلاص و وارداتِ قلبیہ کی حلاوتوں سے عاری ہو کر بھی فکر و تخیل کی کس بلندی تک پہنچتی ہیں:

ے

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری

رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب
اے کہ ترا نشانِ پا نازشِ مہرِ خاوری
چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے گرمیاں ....
ڈال دی تو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری
تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے ....
بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری
چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خامشی
نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری
تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا ادھر تو دیکھ
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری

جوشؔ کے معاصرین میں کتنے ہی معروف و غیر معروف شعراء نے بیشمار نعتیں لکھ کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانے پیش کئے ہیں، جن سے فرطِ عقیدت، حلاوتِ ایمانی اور وارفتگیٔ قلب مترشح ہے۔

علامہ قتیلؔ داناپوری صوبۂ بہار کے بزرگ اساتذۂ سخن سے ہیں۔ آپ متفرد تصوّف میں فخرِ روزگار، بزمِ شادؔ و آزادؔ کی یادگار اور آستانۂ چشتیہ نظامیہ داناپور کے زیبِ سجادہ ہیں۔ تحریر و تقریر پر ملکۂ خداداد ہے۔ فارسی و اردو میں صاحبِ دیوان ہیں۔ آپ کی نظمیں "ایک ہندی بھکاری دربارِ رسولؐ میں"، "گنبدِ خضرا مدینہ کے حضور"، "الوداع اے ارضِ مدینہ" اور "فریاد" بیحد مقبول ہوئی ہیں۔ جذبات

کی شدّت میں دُکھے دل کی فریاد نے اشعار کی صورت اختیار کر لی ہے۔ علامہ قتیل ناسخ اسکول کے واحد یادگار، کثیر التصانیف وکثیر التلامذہ، اُستادِ فن ہیں۔ نعت گوئی میں بھی التزام شعری داد طلب ہے۔ ذیل کے مطلع میں تجلّیات انا مِن نور اللہ ملاحظہ ہو۔

وہ رُخ آئینۂ وحدت نُما معلوم ہوتا ہے
نبیؐ کو دیکھتا ہوں اور خدا معلوم ہوتا ہے

وجود اُنؐ کا ہے یا میزان، حُسن و قبح ہستی کی
اِسی معیار پر کھوٹا کھرا معلوم ہوتا ہے

کلاہِ پادشاہت ہے، تری نعلین کا صدقہ
شہنشاہِ جہاں تیرا گدا معلوم ہوتا ہے

خدا کو دیکھنا ہو تو، نبیؐ کی ذات میں دیکھو
یہی منظر ہے وہ جس میں خدا معلوم ہوتا ہے

وضو کر کے میں لکھوں وصف سرکارِ پیمبرؐ کا
الٰہی بھیج دے چشمہ کوئی جنّت سے کوثر کا

لقائے روئے انور دیدۂ بیمار کا درماں
ہوا ہے گیسوئے پُرخم مداوا قلب مضطر کا

یہ کاسے میری آنکھوں کے الٰہی تا بکے خالی
کوئی قطرہ ہی اس میں شربتِ دیدار سرورؐ کا

قتیلؔ بے نوا کے سر پہ سایہ تا ابد یا رب
علیؓ، عثمانؓ، عمرؓ، بوبکرؓ اور ان چاروں کے سرورؐ کا

کسی سے دامنِ خیر البشرؐ چھوٹا تو سب چھوٹا
قسم ذاتِ خدا کی یہ اگر چھوٹا تو سب چھوٹا
جو کعبہ دل میں، آنکھوں میں مدینہ چاہیئے ورنہ
اِدھر چھوٹا تو سب چھوٹا، اُدھر چھوٹا تو سب چھوٹا
سرِ حشر اے معاذ اللہ، سایہ ان کے دامن کا
اگر پایا تو سب پایا، اگر چھوٹا تو سب چھوٹا
درِ فردوس ہو، بابِ حرم ہو، یا درِ کعبہ
اگر اس سرورِ عالم کا در چھوٹا تو سب چھوٹا
ثنا لکھ، مدح لکھ، سلکِ دُرِ دندانِ حضرتؐ کی
کہ اے شاہؔ جو تجھ سے یہ گہر چھوٹا تو سب چھوٹا

جانِ خالدؓ کو ملی، بخشی عمرؓ کو زندگی
آپ کی ڈیوڑھی سے ملتی ہے بشر کو زندگی
تم جو ہو سب کچھ ہے، ورنہ تم نہیں تو کچھ نہیں
گھر کے مالک سے ملا کرتی ہے گھر کو زندگی
رہتی دنیا تک نہ بھولا ہے، نہ بھولے گا کوئی
تیری انگلی نے عطا کی وہ قمر کو زندگی
غیرتِ گلشن ہے، دشتِ غیر ذی زرع ہونہ
کیا دعا تھی جس نے بخشی خود اثر کو زندگی
وہ شبِ اسریٰ، وہ جمع انبیا در بیت قدس
دی امامت نے تری دیوار و در کو زندگی
طائرِ مقصد کی ہر پرواز انہیں کی ذات تک
زورِ بازو سے ملا کرتی ہے پَر کو زندگی
رہ کے دریا ہی میں رہ سکتا ہے قطرے کا وجود
ملتی ہے شاخوں ہی میں برگ و ثمر کو زندگی
تا قیامت ہوگا تاریخوں میں نام ذوالفقار
دستِ حیدرؓ سے ملی تیغِ دو سر کو زندگی
پھول مرجھا کر نہیں شاداب ہوتے اے قتیلؔ
مفلسی میں دردِ سر ہے اہلِ زر کو زندگی

حضرت علامہ قتیل مدظلہ کی نظم "فریاد" کا پہلا بند کس زور کلام و شکوہ بیان کا حامل ہے، ملاحظہ ہو:-

اے سوادِ چشم بینش، اے بیاضِ صبح دہر
اے کہ تیری ذات ہے، معیارِ حُسن و قُبحِ دہر
اے بہائے آفرینش، اے گُلِ باغِ خلیل ؑ
اے کہ تو سرتا قدم تفسیر اَللّٰہُ جمیل
اے ضیا پاشِ سپہرِ کشورِ بیم و امید
اے کہ تیرے حُسن سے جملہ محاسن مستفید
اے سراجِ نُورِ حق انور تر از مہرِ منیر
اے کہ تیرے نُور سے سارے منور مستنیر
شارحِ وَالشَّمس تیرا چہرۂ ضَو انتما
معنیٔ والّیل اِک اِک تارِ گیسوئے دوتا
صدرِ روشن، مطلعِ خورشید فیضانِ ابد
قلبِ انور، حاملِ گنجینۂ رازِ احد
لمعۂ نورِ نظر، کشافِ عقدِ سرِّ دوست
مردمِ چشمِ منور، غرقِ بحرِ حُسنِ دوست
تُو تیائے چشمِ عالم، ذرّۂ خاکِ قدم
سایۂ گیسو، فضائے قُدس میں ابرِ کرم
مہبطِ رُوح الامیں، سنگِ درِ رفعت پناہ
نطقِ مَا یُوحیٰ، ضیائے چشمِ دل، نورِ نگاہ

ذرّہ ذرّہ فیضِ رخ سے مہرِ تاباں بن گیا
کفر، دل میں نام تیرا لے کے ایماں بن گیا

سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْن
اَنْتَ مَا اُرْسِلْتَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن

عصرِ حاضر کے کہنہ سال و پختہ کار شاعروں میں علامہ جمیل مظہری کا مقام بہت بلند ہے آپ کی فکر انگیز شاعری ایک خاص انفرادیت کی حامل ہے۔ فکر و فلسفہ، بلند پروازی، خیال آفرینی نیز قدرتِ بیان آپ کی شاعری کی جان ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے علامہ جمیل مظہری کی اکثر نظموں میں تشکیک کی لہر کارفرما چلتا ہے۔ مگر حضور رحمۃ للعٰلمین ؐ کی شان میں موصوف نے جو شاندار نعت نظم فرمائی ہے، وہ آپ کی عقیدت و مذہبیت کا آئینہ ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

وہ دیکھو اُٹھ رہے ہیں، پردہ ہائے چرخِ زنگاری
وہ دیکھو مسکراتی ہے۔ تجلی چشمِ روزن سے
وہ دیکھو چاند نکلا وادیٔ تاریک بطحیٰ کا
وہ دیکھو چاندنی چھٹکی فروغ لئے روشن سے
لٹائے علیسی گردوں نشیں نے چرخ سے تارے
چلے پیغام لے کر بلبلِ سدرہ نشیں سے
یہ کیسی بجلیاں چمکیں یکا یک کوہِ فاراں پر
کہ موسیٰ کی نگاہیں مڑ گئیں وادیٔ ایمن سے
یہ کس نے وادیٔ بطحیٰ میں دل کی بانسری چھیڑی
کہ پَر تولے چلے آتے ہیں طائر ہندرابن سے

محمد مصطفیٰ برہم کُن تقدیرِ بُت خانہ
صدا پیہم یہ آتی ہے بتوں کے دل کی دھڑکن سے
ہوئے جاتے ہیں فسق و کفر کے آتش کدے ٹھنڈے

ہے تسلیم خم ہے سطوتِ کسریٰ مدائن سے
رخِ موسیٰؑ کی ہیبت بن رہی ہے گرد عارض کی
لبِ عیسیٰؑ کا جادو جاگتا ہے چشمِ پُرفن سے

.... اجالی پرتوِ رخسار سے مجلس تمدّن کی
چراغاں جادۂ تہذیب نقشِ پائے روشن سے
وہ جلوہ جو سرورِ معرفت ہوتا ہے آنکھوں کو
وہ آنکھیں جو خراجِ دوستی لیتی ہیں دشمن سے

وہ دل وہ فکر پرور دل جو تھا سرچشمۂ حیواں
ہوئی ہے منضبط رفتارِ ہستی جس کی دھڑکن سے
...... ظہورِ حسن کی پہلی کرن پھوٹی ہے چلمن سے
ملایا سازِ فطرت نے تمہارے دل کی دھڑکن سے

قدرتِ فن، ندرتِ کلام، جولانیٔ طبع، جودتِ فکر اور جذبِ دروں کی کارفرمائی نعت گوئی میں کیا حسن و دلکشی اور کیسا سوز و گداز پیدا کرتی ہے۔ اس کے لئے ہم لسان الملک علاّمہ شاید فضل امام صاحب واقف آروی کی نعتوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ آپ کی نعتیہ خوش گوئی و خوشگلوئی میں ایک خاص تاثر ہے، جسے اہلِ درد اپنا سرمایہ جاں سمجھتے ہیں۔

اچھے مضامین، تازہ کار تشبیہیں، نادر استعارے اور شگفتہ و برجستہ ترکیبیں جناب واقف کی نعتوں کے خاص زیور ہیں۔ عصرِ رواں ایسے قادر الکلام شاعر پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔ افسوس کہ موصوف کا اب تک کوئی شعری مجموعہ منظرِ عام پر نہیں آسکا ہے۔ ذیل میں آپ کی چند نعتوں سے مثالیں درج ہیں۔ جن سے کلام کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ٰ کیا کہیئے مقامِ دلِ شیدائے محمدؐ — یا کنگرۂ عرش ہے، یا جائے محمدؐ
ہے شورِ رفعنالکؐ ذکرکؐ کا جہاں میں — اللہ ہے خود انجمن آرائے محمدؐ
ظاہر ہے کہ سرکارؐ ہیں حبیبِ رحمتِ عالم — مغضوب ہیں مقہور ہیں اعدائے محمدؐ
یہ بات مجھے سورۂ کوثر نے بتائی — سرچشمۂ ہر خیر ہے دریائے محمدؐ
کھلتے نہیں توحید کے اسرار کسی پر — جب تک نہ پیئے جام تولائے محمدؐ

واقف کبھی اغیار کو ہرگز نہ بتانا
کیوں عرش پہ ہے نغمۂ اسمائے محمدؐ

ٰ آئے حضورؐ ہاتھ میں قرآں لئے ہوئے — پروانۂ نجاتِ مسلماں لئے ہوئے
جنت بہارِ نامِ رسالت مآبؐ ہے — فردوس ہے حضورؐ کا داماں لئے ہوئے
حاضر ہیں بارگاہِ شفاعت میں خوش نصیب — سر پر غبارِ منزلِ عصیاں لئے ہوئے

کیا پوچھتے ہو شانِ غلامانِ مصطفےٰؐ
ہر بوریہ ہے تختِ سلیماں لئے ہوئے

پڑھو صلِّ علیٰ جب گفتگو میں اُن کا نام آئے
نہ جانے یہ عمل کس وقت، کس مشکل میں کام آئے

خدا کا حکم ہے، جب امتِ خیر الانام آئے
نبیؐ پر بھیج کر میرے درود آئے، سلام آئے
ہوں ابراہیمؑ و موسیٰؑ، نوحؑ و آدمؑ، کوئی پیغمبر
شہِ لولاک اُن کی ہر کٹھن منزل میں کام آئے

حضرت فاضل بریلویؒ کی نعت پر آپ کی مشہور تضمین سے صرف ایک بند ملاحظہ ہو، اور تضمین کے ہر بند کو اسی پر قیاس کیا جائے :۔

عالم غیب و شہادت میں ہے چرچا تیرا
سب کو دیتا ہے ترے ہاتھ سے مولا تیرا
تو وہ داتا ہے کہ ثانی نہیں دیکھا تیرا
"فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا"

اختر شیرانی اُردو کے مشہور رُومانی شاعر ہیں، آپ کی رُومانی اور عشقیہ شاعری اُردو ادب کا ایک قیمتی حصہ ہے۔ لیکن اس سے زیادہ وقیع اختر کی نعتیں ہیں۔ عشقیہ شاعری دراصل والہانہ عشق و محبت کے اظہار گوناگوں کی جلوہ سامانی کا نام ہے۔ عشقِ مجازی جب عشقِ حقیقی کا روپ دھالے تو لذت آفرینی کی حدیں ختم ہونے لگتی ہیں۔ اختر کی نعتیں مترنم، پُر کیف اور روح پرور ہیں :۔ ؎

اگر اے نسیم سحر ترا ہو گذر دیارِ حجاز میں
مری چشم تر کا سلام کہنا حضورِ بندہ نواز میں

نہ جہاں میں راحتِ جاں ملی، نہ متاعِ امن واماں ملی
جو دوائے دردِ نہاں ملی، تو ملی بہشتِ حجاز میں

عجب اک سرور سا چھا گیا، مری روح و دل میں سما گیا
ترا نام ناز سے آگیا، مرے لب پہ جب بھی نماز میں

کروں نذر نغمہ جانفزا، میں کہاں سے اخترِ بے نوا
کہ سوائے نالۂ دل نہیں، مرے دل کے غمزدہ ساز میں

مسند نشینِ عالمِ امکاں تمہیں تو ہو | اِس انجمن کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو
تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں | ایمان کی تو یہ ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو
صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ہے جس کا نور | وہ جلوہ زارِ حسنِ درخشاں تمہیں تو ہو
دارائے چرخ و دور زمیں جس کے ہیں غلام | وہ نازِ دہر و نازشِ دوراں تمہیں تو ہو

اخترؔ کو بے نوائی دنیا کی فکر کیا
سامانِ طرازِ بے سروساماں تمہیں تو ہو

اسی طرح عبدالحمید عدمؔ اور عندلیب شادانی کی چند پرکیف نعتیں میری نگاہوں سے گذری ہیں۔ بعصرِ شعرا میں نازش پرتاب گڑھی خاصے نام آور ہیں، انہوں نے اپنا مخصوص آہنگ پیدا کرنے میں کامیاب کوششیں کی ہیں۔ وہ اپنے ہم قدمعاصر شعراء کی نمائندگی کے اہل ہیں۔ نازشؔ نعت گوئی کے آداب اور اس کی نزاکتوں سے واقف ہیں۔ ان کی نعتیں دلنشیں ہوتی ہیں۔ ایک نعت سے منتخب اشعار ملاحظہ ہوں: ؎

مہکے گا ہمیشہ گلِ گلزارِ مدینہ | اے صلِّ علیٰ طالعِ بیدارِ مدینہ

ہاں میں بھی ہوں بیمار و طلبگارِ مدینہ — ہاں ایک نظر مجھ پہ بھی سرکارِ مدینہؐ
یوسف بھی جو آئیں تو خریدار ہی ٹھہریں — وہ مصر کا بازار ہے یا بازارِ مدینہ
کہتے رہو احوالِ دل و جانِ پریشاں — کرتے رہو ذکرِ در و دیوارِ مدینہ

نازشِ دلِ حسانؓ ہو، یا روحِ بلالیؓ
جب جا کے عیاں ہوتے ہیں اسرارِ مدینہ

شکیل بدایونی مرحوم، فلمی دنیا کے بہت ہی مقبول گیت کار تھے۔ فلمی نغمے اور ترانے اپنی فرمائشی دھنوں اور معروضی پابندیوں کی وجہ سے شاعر کو جادۂ ادب پر سختی سے گامزن رہنے نہیں دیتے۔ فلمی نغموں کی بے ادبیاں کس پر واضح نہیں۔ لیکن شکیل بدایونی مرحوم نے حتی الامکان وہاں بھی ادب کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ شکیل نے صنفِ نعت شریف میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور حق یہ ہے کہ اپنے دلی جذبات کی بھرپور ترجمانی میں کامیاب ہیں۔ ان کی ایک نعت (غیر فلمی) سے چند اشعار نمونۃً درج ہیں: ؎

مرے رنگِ رخ سے جو آئینہ اثرِ ولائے رسولؐ ہے
مجھے ناز ہے کہ مری طرف نظرِ عطائے رسولؐ ہے
کششِ مدینۂ مصطفیٰؐ ہو کبھی اِدھر بھی کرم نما!
کہ غمِ فراق سے مضطرب کوئی بینوائے رسولؐ ہے
ہے نشانِ شوکتِ مصطفیٰؐ، ہے بیانِ سیرتِ مصطفیٰؐ
یہ کلامِ حق جو صحیفۂ صفت و ثنائے رسولؐ ہے
یہ جہانِ جناں، یہ زمیں زماں، یہ صفِ ملائک و انس و جاں
یہ تمام عالمِ کن فکاں بخدا برائے رسولؐ ہے

ہر حشر عالمِ قدس میں، مری سمت اٹھتی ہیں انگلیاں
یہ تشکیلِ مدح نگار ہے، یہ غزل برائے رسول ہے

تمنّا ہے کہ مرتے وقت بھی ہم مسکراتے ہوں
زباں پر یا محمد ہو جب اس دنیا سے جاتے ہوں

بنے اے کاش اس دم سازِ ہستی آخری ہچکی
زرشتۂ نغمۂ صلِّ علیٰ جب گنگناتے ہوں

سکوں کی ساعتوں میں کون ان کو بھول سکتا ہے
دمِ مشکل جو ہر اک بے نوا کے کام آتے ہوں

عصرِ حاضر میں بھی کہ اُردو شاعری نے نئی کروٹیں لی ہیں، نعتیہ شاعری کا رنگ روپ اور نکھرا ہے۔ اس افراط و تفریط کے دور میں عبدالعزیز خالد نے ایک چونکا دینے والا چار سو اشعار کا نعتیہ قصیدہ پیش کیا ہے۔ خالد کا یہ قصیدہ منحمنّا کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے بقول مصنّف منحمنا "ہے یہ منجملہ اسمائے رسولِ مقبولؐ" عبدالعزیز خالد عصرِ نو کے جانے مانے ہوئے باصلاحیت فن کار ہیں۔ انہیں مختلف زبانوں پر قدرت حاصل ہے۔ خالد کا یہ نعتیہ کلام قصیدے کی پوری شان اور بڑی آن بان کا حامل ہے۔ بظاہر نامانوس، ادق، معرّب، مفرّس اور ہندی الفاظ و تراکیب کے ساتھ ایک خاص بلند آہنگی ہر ہر صفحہ پر نمایاں ہے۔ مگر یہی اس کی خوبی ہے۔ شاعر کی لیاقت و طلاقت، طمطراق اور گھن گرج ایک خاص فضا بندی کرتی ہے۔ تلمیحات اور آیاتِ قرآنی کے نقرے، جملوں کی ساخت، مصرعوں کی نشست، بندش کی چستی، مشتقات کا حُسن، تشبیہات کی تازگی، استعاروں کی ندرت، ٹکڑوں کی سجاوٹ، قافیوں کی دریافت، لب و لہجہ کا بھرم، تاریخ کا مطالعہ، قرآن و احادیث پر نگاہ، واقعات و معجزات کا علم، بحر و وزن کا انتخاب، زورِ بیان، اندازِ فکر، اظہارِ علم لسان، غرض کہ عربی و فارسی قصائد کی تمام روایتی شان پوری طرح جلوہ گر ہے جو فی زمانہ خالد اور صرف خالد کا حصہ ہے۔ منحمنّا اس لحاظ سے اُردو کی نعتیہ شاعری کا ایک بیش بہا

سرمایہ ہے۔ نمونتہً ذیل میں کچھ اشعار درج ہیں :

متاعِ آدم و انجم، متاعِ لوح و قلم
محمدؐ اُمّی محبوبِ کبریا صلعم

محمدؐ انجمنِ کن فکاں کا صدر نشیں
محمدؐ افسرِ آفاق و سرورِ عالم

وہ عبدہٗ و رسولہٗ وہ اسمہٗ احمدؐ
کتابِ حکمِ نبوّت کا خاتم و خاتم

حمود و حامد و احمد، محمدؐ و محمود
کریم و میرِ کرام و مکرم و اکرم

خدائے لم یزل و لایزال کا کلمہ
کشیدِ سلم و سلام و صلوٰۃ و حمد و حکم

بساطِ حیّزِ امکاں ہے فرشِ پا انداز
شفق شمائل و گُل طلعت و بہار شیم

بہارِ گلشنِ ایجاد و حسنِ ہفت رواق
گُلِ سرِ سبد دودۂ بنیٔ آدم

وہی ہے شمعِ شبستانِ بے در و دیوار
اسی کی آس ہے آشا کے پھول بن کی الم

مخاطبِ فَکَشَفْنَا غِطَاءَکَ عَنْکَ
حریمِ لُدنی کا مقرب و محرم

یہ انصالِ عبودیت و ربوبیت
ہے جو مربیٔ خاص و اخص و عام و اعم

ہوا نہ کُن فیکوں جس پہ مو بہ مو روشن
وہی جو ختمِ رسل ہے وہی جو فخرِ امم

عطائے حق کا جو قاسم ہے وہ ابوالقاسم
ملیک مقسط و معطی و مقتدر کی قسم

نگار خانۂ کُن کی حسیں ترین تصویر
ہے جس پہ نازکناں خود مصورِ رُسم

وہی ہے کاشفِ رازِ نہانِ یزدانی
امینِ سِرِّ سراپردۂ وجود و عدم

عبدالعزیز خالد جس آسانی اور روانی کے ساتھ عربی و فارسی الفاظ استعمال کرتے ہیں اسی بے تکلفی و برجستگی سے ہندی الفاظ بھی موتی کی طرح پروتے جاتے ہیں۔ حسین، نرم، مترنم، سجل اور کومل قافیوں کی تلاش و جستجو معانی کی نئی وسعتیں اور بیان کو نئی ادائیں بخشتی ہیں۔ جو

لفظ جہاں پر آیا نگینے کی طرح جڑا ہے۔ یہ مرصع سازی کمال فن پر دال ہے۔ ملاحظہ ہو چند اور منتخب اشعار :- ؎

براجمان ہوئے آکاش پر مکٹ دھاری — سلج، سباس سے جھلکائے پریم رس پریتم
یہ سرب بھومی کا راجہ، مہابلی، سمراٹ — اپار، اتھاہ، انت، ایک ایک دشوا تم
یہی للن یہی یوگیشور، یہی کا ہن — سدا آتما، اپراجت، انوپم اور دُر دُم
مہا پرش جسے آکار الکھ پرش کا کہیں — پسینہ جس کا ہے سونا، سوگندھ دہ کستم

خالد نے ان رواں دواں اشعار میں فلسفیانہ نکات آفرینی کی بھی گنجائش پیدا کی ہے اور پیچیدہ مسائل تصوف پر روشنی ڈالتے ہوئے گزرے ہیں :

حمیت آذری و محیٔ دین ابراہیمؑ — مراد موسیٰؑ عمران و عیسیٰؑ مریم
وہی جو مقصد و مقصود آفرینش ہے — بنا ہے جس کے لئے یہ مرقع عالم
نہیں حدود زمان و مکاں میں جو محدود — جو پیک حق ہے پئے کل خلائق عالم
اسی کا نام زمین و زماں کے ورد زباں — اسی کے نام سے ہر ذکر پیرا ہے مختتم
محمدؐ عربی آبروئے ہر دو سرا — حبیب پاک خدا جان عالم و آدم

صفات بو قلموں کا تعدد و کہ محصٰی
ثنائے خواجہ سے معذور ہیں زبان و قلم

اور حقیقت یہ ہے کہ زبان و قلم ثنائے خواجہ و مدحت رسولؐ میں عاجز ہیں اسی لئے غالب نے کہا تھا : ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

بہرطور واضح ہے کہ یہ نعتیہ شاعری حالِ زوال اُردو میں بھی پورے دم خم کے ساتھ مائل بہ ارتقاء ہے۔ اُردو زبان ایک عبوری اور تجرباتی دور سے گزر رہی ہے، سماجی، سیاسی اور تہذیبی تقاضے بدل بدل کر زبان و بیان کو متاثر کر رہے ہیں، فن کاری کا انداز بدل رہا ہے، ہیت و پیکر میں تبدیلی رونما ہے، اسالیب و طرز تغیر پذیر ہیں تاہم اس ازلی و ابدی حقیقت کی ترجمانی ہر نوع سے جاری ہے۔ اُردو کی جدید شاعرانہ پیکر تراشیوں میں بھی اس حسن دلنواز کے قصاید جاری ہیں۔

عمیق حنفی کا نام نئی اُردو شاعری کے اساتین میں شمار ہوتا ہے، آپ کی بیک وقت پابند، معریٰ اور آزاد طویل نظم "صلصلۃ الجرس" عشق محمدیؐ اور پیغام محمدیؐ کی تبلیغ و تشہیر ہے۔ عمیق حنفی کی یہ نظم اپنی معنویت، مقصدیت اور انوکھے طرزِ اظہار کے لحاظ سے اُردو کے حمدیہ و نعتیہ ادب میں ایک سنگ میل ہے۔ مصنّف نے اس بات کو بڑی شدّت سے محسوس کیا ہے کہ عصرِ نو کا ذہنی انتشار اور سماجی و سیاسی بحران محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اصلاحات و تعلیمات کا زیادہ سے زیادہ سزاوار ہے۔ انہیں کے لائے ہوئے نسخۂ کیمیا سے اس درد کا علاج ممکن ہے۔ عمیق حنفی کی یہ طویل نظم جہاں اس اسوۂ حسنیٰ کے حضور نذرِ عقیدت ہے، وہیں اہل بصیرت کو غور و فکر کی دعوت بھی:

خیر الانام تم پر صلوٰۃ، خیر الانام تم پر سلام
آتے ہی لب پہ سرکار کا نام آتی ہے ہاتھ دل کی لگام
تبدیل ہونے لگتا ہے گویا احساس و فکر کا کل نظام
تحلیل ہونے لگتے ہیں باہم الحان صبح و الوان شام

یہ نام شمعِ بزمِ حیات، یہ نام مشعلِ کائنات
یہ نام رحمتِ شش جہات، یہ نام اصلِ حرفِ دوام

یہ نام صلحِ کل کا پیام، یہ نام امن کا آبشار
ہوتی ہے چشمِ کثرت شمار، یہ نام حسن کے وحدت شعار
اس نام پر ہیں دل سے نثار، کیا خاک و باد کیا نور و نار
سرما کا مہرِ تاباں یہ نام یہ فصلِ گُل کا ماہِ تمام

... ...

آبِ رواں پہ مثلِ حباب تہذیبِ نَو کی نام و نمود
تہذیبِ نَو ہے ایسا چراغ، جس کو ملی ہے فانوسِ دُود
چھوتا ہے علم مریخ و ماہ، لیکن ہے دور اصلِ شہود
ایماں نہ ہو تو مشقِ حساب تحقیقِ عالمِ ہست و بود

... ...

ٹوٹے ہوئے ہیں سارے قیود، لب پر تمہارا آیا ہے نام
خیرالانام تم پر درود تم پر صلوٰۃ تم پر سلام
نام محمدؐ اس کے پہلے کس کو ملا یہ پیارا نام
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ دونوں عالم بھیجیں سلام

عمیق حنفی نے مختلف رباعیوں میں سرکارؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔ ایک دو رباعی ملاحظہ ہو:-

اللہ کا وہ عبد کہ ہے قرۃ العین
وہ مجمع اوصاف وہ مرج البحرین
خاتم بھی وہی اور وہی خاتم بھی
ہیں بوسہ زن مُہرِ رسالت قطبین

پیشانی کشادہ ہے کتاب انوار
گنجان بھی ، باریک بھی ابرو خمدار
اللہ کا جیسے ہو الف لکھا ہوا
دو ابرؤوں کے بیچ میں اک رگ کا ابھار

کرتی ہے صداقت کو اجاگر تنویر
اس طور سے بڑھ کر ہے یہ سیرت دلگیر
کھینچے ہوئے اک ہالۂ تاریخ کی دھوپ
ہیں آپ حقیقت کی مجسّم تصویر

مزید دو اشعار ملاحظہ ہوں :-

مصائب کے سمندر سے کہاں سے ڈھونڈھ لایا دل
ستارا ، بادباں ، پتوار ، کشتی ، نا خدا ، ساحل
وہی قبلہ نما ، ایمان محکم ، ہستئ کامل
مبارک دم قدم سے جس کے حق آیا ، گیا باطل

صنفِ نعت کو بجا طور پر مشرقی شاعری کا گلِ سرسبد کہا جا سکتا ہے ۔ عربی ، فارسی ، اردو ، پشتو ، پنجابی ، سندھی ، کشمیری ، بنگلہ ، غرض ان ساری مشہور زبانوں میں عاشقانِ رسول ؐ نے نعتیں لکھ کر عقیدت و محبت کی نذر گزرانی ہے ۔ ان زبانوں کے شعراء بھی نعت گوئی میں بڑا مقام رکھتے ہیں ، ان کی نعتوں کا ترجمہ پڑھ کر ان کے جذبات کی شدّت و شوریدگی کا پتہ چلتا ہے ۔ چند باکمال اور شہرت یافتہ نعت گو شعراء کا ذکر بیجا نہ ہوگا ،

مثلاً پشتو زبان کے خوشحال خان خٹک، علامہ اقبالؒ نے ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ سندھی زبان کے مخدوم پیر محمد لکھنوی، سید بھلے شاہ، کشمیری زبان کے علامہ ثناء اللہ کریری، تائب کریری، شرقی بن شائق۔ پنجابی زبان کے خواجہ غلام فرید، سید وارث شاہ، میاں محمد بخش لاہوری، غلام رسول عالم پوری، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، اور سائیں سچل سرمست وغیرہ، بنگلہ زبان کے قاضی نذرالاسلام وغیرہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ان مشہور علاقائی زبانوں کی نعتیں میرے موضوع سے الگ ہیں۔ لہٰذا میں ان شعراء کے نام پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

اُردو شاعری میں نعت گوئی ایک ایسی شیریں اور دلنشیں صنف بن گئی جس کی مثال دوسری مذکورہ زبانوں میں کم ملتی ہے۔ کون ہے جو سیرت و شخصیت مصطفویؐ سے متاثر نہ ہوگا۔ دنیا کی عظیم غیر مسلم شخصیتوں نے بھی حضور محمد رسول اللہؐ کی بارگاہ میں نثر و نظم کے ذریعہ دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے، جارج برنارڈ شا، نپولین بوناپارٹ، رابندر ناتھ ٹیگور، گاندھی جی، ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ وغیرہ کے نام تو بالکل سامنے کے ہیں۔ اُردو کے غیر مسلم شعراء میں خصوصیت کے ساتھ، ہر دور میں چند نعت گو شعراء نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے کچھ تو رسم شاعری کے طور پر اور کچھ نے گہری عقیدت کے ساتھ نعتیں لکھی ہیں۔ ناانصافی ہوگی اگر میں ان ہندو شعراء کا نمونۂ کلام بھی نہ پیش کرتا چلوں۔ گذشتہ اوراق میں پچھمی نرائن شفیق و صاحب دکنی، پنڈت دیا شنکر نسیمؔ، عزت سنگھ عیشؔ دہلوی اور سندر لال شگفتہ لکھنوی کا نام آچکا ہے۔ اس دور کے چند نام اور بھی خاصی شہرت کے مالک ہیں۔ مثلاً آنجہانی تلوک چند محروم، آنند نرائن ملا، جگن ناتھ آزاد، نرش کمار شاد، جوش ملسیانی، عرش ملسیانی، رانا بھگوان داس بھگوان، پنڈت رگھو نند راؤ جذب، اور پنڈت پربھو دیال مفر وغیرہ۔ ذیل میں منتخب نعتیہ اشعار چند حضرات کے درج

کر رہا ہوں۔ ملاحظہ ہو رانا بھگوان داس بھگوان کا سلام :۔

السّلام اے شمعِ انوارِ جہاں　　السّلام آئینہ دارِ کن فکاں
السّلام اے سیّدِ کون و مکاں　　السّلام اے واقفِ سرِّ نہاں
السّلام اے مالکِ ہر دو جہاں　　السّلام اے وجہِ تخلیقِ زماں
السّلام اے خواجۂ پیغمبراں　　السّلام اے مظہرِ ربِّ جہاں

بھگوان داس نے خواجۂ ارض و سما کے عنوان سے پانچ بند کا ایک لاجواب مخمس کہا ہے۔ دو بند درج ذیل ہیں جس سے شاعر کی علمی استعداد، رتبہ شناسی، نکتہ رسی اور زبان دانی ظاہر ہے :۔

یا نبیؐ المحترم، یا خواجۂ ارض و سما　　یا رسول المختتمؐ، یا شافعِ یوم الجزا
ہادیٔ کُلِ اُمم یا مظہرِ نورِ خدا　　مرحبا اھلاً و سھلاً، یا حبیبِ کبریا
السّلام والسّلام یا محمد مصطفٰےؐ

اَنتَ مولیٰ اَنتَ والی یا امام الانبیاء　　اَنت کعبہ انت اقصیٰ یا نبی الاصفیاء
اَنت طٰہٰ اَنت یٰسیں یا امیر الاتقیاء　　اَنت نورِ کبریا، شمس الضحیٰ بدر الدجےٰ
السّلام والسّلام یا حبیب الانبیاء

جگن ناتھ آزاد نے بڑے اہتمام سے نعتیں لکھی ہیں۔ ایک ترجیع بند بہ عنوان "مطلعِ انوار" سے چند شعر درج ذیل ہیں :۔

تیرہ و تار فضاؤں میں تجلّی چمکی　　کس کا اعجاز تھا یہ ایک بشر کا اعجاز
ہاں یہ اعجاز اسی صاحبِ اعجاز کا تھا　　آج بھی محفلِ گیتی کا جو ہے چہرہ طراز
ہر زمانے میں وہ انساں کو جگاتی ہی گئی　　کبھی گونجی تھی جو صحرائے عرب میں آواز

اے ترے نام سے پیدا مرے سینے میں گداز   تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا

"جوہر طبع من از وصفِ کمالت روشن
گوہرِ نظم من از نسبتِ ذاتت ممتاز" (عرفی)

آزاد نے سرورِ کونینؐ کے حضور ہدیۂ سلام بھی پیش کیا ہے۔ چند اشعار سے آزاد کی دلی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے :-

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اُس پر جلائی شمعِ عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بیتاب سجدوں کو، جبینوں میں
سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودانی کا
سلام آزاد کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا

جذب اور مصر کی نعتیں اُردو کی فنکارانہ اور عمق دل سے کہی گئی نعتوں کی نمائندہ ہیں۔ ایک سرشاری، ایک بیخودی، ایک جذب، ایک کیف اور ایک مستی کا عالم ہے۔ جو ایک ایک شعر سے مترشح ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اشعار کسی غیر مسلم کے ہیں :-

لکھتا ہوں ثنائے رُخِ نیکوئے محمدؐ   ہے روکشِ خورشیدِ فلک روئے محمدؐ
لولاک لما خلقت الافلاک ہے بیشک   مخلوق کو ظاہر ہوئی ہر خوئے محمدؐ
اوصافِ محمدؐ کے ہوں ظاہر نہیں ممکن   ہے غیرتِ خورشیدِ فلک روئے محمدؐ
مکّہ سے مدینہ سے ہے پہنچی سرِ افلاک   بوئے گلِ رخسارہ و گیسوئے محمدؐ

معراج میں سب چیزیں انہیں دیکھتی تھیں ، پر حق کے سوا تھا نہ وہاں روئے محمدؐ
حورانِ جناں سب ہوئیں قربان شبِ معراج ، دیکھا جو بہ حالِ قدِ دلجوئے محمدؐ

اس عذبِ دل افگار کو رویا میں کسی شب
یارب تو دکھا دے رخِ نیکوئے محمدؐ

پنڈت پربھو دیال مضطر کی نعت بھی عذب ہی کی نعت کی طرح اثر انگیز ہے،

ملاحظہ ہو: ؎

اے ابرِ کرم، بحرِ سخا احمدِ مختارؐ ، دنیا کے عذابوں سے بچا احمدِ مختارؐ
ہو شمسِ ضحیٰ بدرِ دجیٰ احمدِ مختارؐ ، ہے تم سے دو عالم کی ضیا احمدِ مختارؐ
لولاک لما، شانِ شما احمدِ مختارؐ ، ہیں خضرِ ہدیٰ، نورِ خدا احمدِ مختارؐ
ہے تیرے لئے پردۂ کثرت کی نمائش ، ہے تو ہی دو عالم کی بنا احمدِ مختارؐ
والشمس ترے عارضِ پُر نور کی تفسیر ، واللیل تری زلف دوتا احمدِ مختارؐ
ہو عرصۂ محشر میں کہیں فاش نہ پردہ ، لے دامنِ رحمت میں چھپا احمدِ مختارؐ

عصیاں کے تلاطم میں پھنسی ہے مری کشتی
للّٰلہ اسے پار لگا احمدِ مختارؐ

مہاراجہ سرکشن پرشاد، شادؔ حیدر آبادی کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کی ایک

نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں: - ؎

بلوائیں مجھے شادؔ جو سلطانِ مدینہ ، جاتے ہی میں ہو جاؤں گا قربانِ مدینہ
دیکھے جو تحیّر میں مرے عشق نبیؐ کو ، تکتے میں لگا ہے نرگسِ بستانِ مدینہ
... کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی ، کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطانِ مدینہ

کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں
پر بندہ ہوں اُن کا جو ہیں سلطانِ مدینہ

مومن جو نہیں ہوں، تو میں کافر بھی نہیں ہوں
اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

جناب رسول اللہؐ کی شفاعت پر ان غیر مومنین کو بھی بھروسہ ہے۔ ان کی اس عقیدت ویقین کو کیا نام دیا جائے۔

مشہور زمانہ ادیب و شاعر پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی ایک نعت کا مطلع و مقطع ملاحظہ ہو: ؎

ہو شوق نہ کیوں نعت رسولِ دوسرا کا
مضمون ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا

ہے حامی و ممدوح مرا شافعِ محشر
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا

ان کے علاوہ کالکا پرشاد، دِلو رام کوثری جیسے بڑے اہم و مشہور نعت گو گنیش پرشاد دہبی لکھنوی، درگا سہائے سرور جہان آبادی، راجہ بہادر موج فتح گڑھی، رگھو ناتھ خطیب سرحدی، سوم ناتھ سوم مورنڈوی اور سکھدیو پرشاد بسمل الہ آبادی وغیرہ کے نام بھی نعت نویسوں میں ناقابلِ فراموش ہیں۔

مجھے مضمون کو خواہ مخواہ طول دینا مقصود نہیں، ظاہر ہے ابھی سیکڑوں شعراء اردو ایسے ہیں، جنہوں نے نعتیں لکھی ہیں۔ مگر افسوس یہاں ان کا ذکر بھی نہ ہو سکا۔ غرض جس طرح نعت گو شعراء کا شمار مشکل ہے، اسی طرح اردو میں ایسی شاعرات کی تعداد بھی کم نہیں ہے، جنہوں نے نعتیہ شاعری کے عمدہ نمونے چھوڑے ہیں۔ صوبہ بہار کا دبستان عظیم آباد نعتیہ شاعری میں ایک مستقل باب کے تحت خصوصی توجہ چاہتا ہے۔ بہار کی خانقاہیں مشائخین شعراء و صوفیاء کے نعتیہ کلام کا بیش قیمت سرمایہ رکھتی ہیں۔ حضرت غلام نقشبند سجاد پھلواروی، شاہ آیت اللہ

جوہری، غلام یحیٰ حضور، شاہ نورالحق طپاں، شاہ ابوالحسن فرد، محمد علی فدوی، شاہ صوفی منیری، شاہ امیرالدین وحید، درخشاں ابدالی، شاہ محمد قاسم داناپوری، شاہ محمد واجد پریشاں داناپوری، شاہ محمد ساجد داناپوری، شاہ محمد اکبر، علامہ فضل حق آزاد، اور بہت سے دوسرے شعرائے بہار کا نام اہم ہے۔ چند اشعار نمونۃً پیش ہیں:-

الٰہی مجھے عشق احمدؐ کا دے
مرے سر میں سودا محمدؐ کا دے
دکھا دے جمال اپنے محبوب کا
جو شافع ہے میرا بروزِ جزا
میں واری ہوں ایسے شہنشاہ کے
مثالِ چکور اپنے اس ماہ کے

شاہ امین

کنت کنزن کا دریا امڈا، کیسا شور مچایا جی
کن فیکوں کا ہلپا آیا کیا کیا موج دکھایا جی

......

ذات کا نور صفات میں آیا آپ میں آپ بھولایا جی
ان آنکھوں یہ اچرج دیکھا بوند سمندر سمایا جی

......

احد احمد کا بھید جو پایا بے چیز رنگ نہ کا یا جی
بیرنگی سے رنگ میں آیا اُدبھد روپ دکھایا جی
خودی گنوا دے، خدا کو پا دے یہ منتر من بھایا جی
جاؤں واجد گرو کے بلہاری جن یہ بھید بتایا جی

شاہ واجد پریشاں

جلوہ روئے حبیب محتشم آنکھوں میں ہے
وہ شہ کونین باجاہ و حشم آنکھوں میں ہے
غیر کو کس طرح دیکھیں، کیوں نظر آئے کوئی
جلوہ فرما روز و شب میرا صنم آنکھوں میں ہے

شاہ سجاد ساجد

مولانا سید حسرت، شاہ محمد یحییٰ، حکیم عبدالحمید پریشان، فخرالدین سخن، صفیر بلگرامی وغیرہ کا ذکر بہت تفصیل کا متقاضی ہے۔ مگر میں اب چند شاعرات بہار کی نعتیہ زمزمہ سنجیوں پر روشنی ڈالتا ہوا اس مضمون کو ختم کروں گا۔

صوبہ بہار کے اکثر محترم خانوادوں میں خواتین نے بھی شاعری فرمائی ہے اور ان کی یہ شاعری بیشتر حمد و نعت، منقبت و مناجات پر ہی مبنی رہی۔ پھلواری شریف کے خاندان مجیبی میں اکثر شاعرات ایسی گذری ہیں، جن کی خوش شاعری آج بھی تحسین و ستائش کی مستحق ہے۔

حضرت بی بی ولیہ متوفیہ سنہ ۱۱۳۹ھ، حضرت شاہ آیت اللہ جوہری کی والدہ اور حضرت شاہ عزیزالدین مجہری کی صاحبزادی تھیں۔ اردو میں دوہوں کے وزن پر ان کے نعتیہ اشعار دستیاب ہیں۔

؎ کون سنتی تدبیر بنادیں	اُون اپنے کن ہمکو بلادیں
؎ حضرتؐ کی ڈیوڑھی جو پادیں	سیر جھکا کے آنکھ لگادیں

اسی طرح حضرۃ بی بی روشن پھلواروی، مولانا شاہ احمد عبدالحیٔ ابن تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی تھیں۔ شعر و سخن سے فطری وابستگی تھی آپ نے بھی اکثر نعتیں لکھی ہیں۔ رنگ کلام ملاحظہ ہو:۔

کیا کہوں فرقت میں کیسا حال اپنا ہوئے ہے
روز ان اشکوں کا جاری ایک دریا ہوئے ہے
زیج جو سر کے ترے گیسو کا سودا ہوئے ہے
گھر ستی باہر نکل صحرا بصحرا ہوئے ہے

حضرت بی بی منیرالنسا، جناب شاہ عنایت حسین پھلواروی کی صاحبزادی تھیں،

عربی اور فارسی میں کامل دستگاہ تھی۔ اردو میں آپ کے نعتیہ اشعار قدرت شعری کی دلیل ہیں،

مثلاً :- ؎

کرتی ہوں رات دن میں زیارت رسولؐ کی

بھرتی ہے اپنی آنکھوں میں صورت رسولؐ کی

نہ رکھو ہجر میں بیمار مجھ کو　　پلا دو شربت دیدار مجھ کو
رہوں کب تک جدائی میں تڑپتی　　بلالو جلد اے سرکارؐ مجھ کو

اسی خانوادۂ مجیبی کی ایک اور شاعرہ بی بی محمودہ خاتون، بنت حضرت شاہ علی محی الدین، نبیرۂ شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قادری مجیبی مصنف تذکرۃ الکرام، کی نعتیہ شاعری سوز و گداز قلب اور امڈے ہوئے جذبات کا آئینہ ہے۔ بی بی محمودہ خاتون حال کی شاعرہ ہیں، آپ کی وفات ۴ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ کو ہوئی۔ ان کا نعتیہ دیوانؔ بنام "گلستانِ سخنِ محمودہ" زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ چند منتخب اشعار سے آپ کی پختگیٔ کلام کا اندازہ ہوگا۔

بچشم رحمت سوئے محمودہ بحق فاطمہؓ

آپ اس کے پیشوا ہیں یا محمد مصطفیٰؐ

دیارِ مصطفیٰؐ میں جب کبھی اپنا گذر ہوگا　　غبارِ راہ پائے کارواں پس کے سر ہوگا
نبیؐ پاک کا رکھتی ہوں سایہ سر پہ محمودہ　　مجھے محشر نہ مہر عرصۂ محشر کا ڈر ہوگا

طفیلِ نعت رسول کریم محمودہ　　کلام تیرا سرِ حشر انتخاب ہوا

نبیؐ کی نعت میں سر سبز ہے اِک اک سخن میرا　　پھلا پھولا ہے اقلیم معانی میں چمن میرا

خوشا عروج و جلال نعت پاک سید عالمؐ
زبانوں پر فرشتوں کی ہے محمودہ سخن میرا

المختصر جہاں تک نعت گوئی کا تعلق ہے، اس کا مستقبل تا قیامت روشن ہے۔ معاصرین میں ابھی بیسیوں نام ان شعراء کے ایسے ہیں، جن کا نعتیہ مجموعہ تک شائع ہو چکا ہے۔ اور وہ علمی و شعری دنیا میں خاصے مشہور و مقبول ہو رہے ہیں۔ مثلاً ماہر القادری، ضیاء القادری، پروفیسر عبد الحفیظ حفیظ بنارسی، اجمل سلطان پوری، بیکل اتساہی بلرام پوری، انور مرزا پوری، شمس الہ آبادی، راز الہ آبادی، حیات بنارسی، قمر کان پوری، پروفیسر ادیب حسن ادیب، حمید صدیقی، سید قسیم الحق قسیم، ارم لکھنوی، مہدی پرتاب گڈھی اور تاج پیامی، انجم گورکھپوری وغیرہ۔ میں نمونتہً کچھ اشعار درج ذیل کرتا ہوں، جن سے ان ابھرتے ہوئے فن کاروں کا درخشاں مستقبل نمایاں ہے۔ ماہر القادری اور پروفیسر حفیظ بنارسی مشّاق، پُرگو، خوش فکر اور اپنے لب و لہجہ کے اعتبار سے ایک مخصوص انداز بیان کے حامل ہیں۔ ان کی مشق سخن پرانی اور معتبر ہے۔ اجمل، بیکل، انور وغیرہ بھی اب کسی خاص تعارف کے محتاج نہیں، شعری و ادبی دنیا ان کے نام و کلام سے واقف ہے:

؎ شوقِ طلب ہے راہ بر، جوشِ جنوں ہے پاسباں
سوئے مدینۃ النبیؐ کون ہے یہ رواں دواں
ان کا خیال، ان کی یاد، ان کا ہی ذکر و داستاں
شکرِ خدا کہ اب نہیں، ایک نفس بھی رائیگاں
خاکِ حجاز پر نثار، ایک نہیں ہزار بار
لالہ و سرو و نسترن، ماہ و نجوم و کہکشاں

ذاتِ نبیؐ پہ ختم ہے کون و مکاں کا ہر شرف

آپ رسول جزو و کُل، آپ امام انس و جاں

درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے

درود اُس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآں ہے

درود اُس پر جسے شمع شبستانِ ازل کہیے

درود اُس پر ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیے

رسول مجتبیٰؐ کہیے، محمدؐ مصطفیٰؐ کہیے

وہ جس کو ہادی "دع ماکدر وخذ ماصفا" کہیے

یہ اور اس طرح کی بیشتر نعتیں مولانا ماہر القادری نے عشق رسولؐ میں سپردِ قلم کی ہیں مندرجہ بالا اشعار سے واضح ہے کہ ماہر القادری نے اپنے نعتیہ اشعار میں رموزِ عقیدت کے باریک مسئلوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

جناب حفیظ بنارسی اپنی نعتوں میں تغزل کی پوری کیف سامانیوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ حفیظ کا اسلوب غزل کا اسلوب ہے، ان کی صاف، شستہ، فصیح اور رواں زبان مدحت نبویؐ میں ایک خاص مقام رکھتی ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

مکاں کی زینت بنا تھا کوئی تصورِ بام و در سے پہلے

کسی کے جلوے سنور چکے تھے، ہمارے ذوقِ نظر سے پہلے

کوئی تجلّی نہ جلوہ گر تھی، نمودِ شام و سحر سے پہلے

مگر وہ اک نورِ مصطفائیؐ، ظہورِ شمس و قمر سے پہلے

نہ صبحِ ہستی تھی کیف افزا، نہ شامِ ہستی میں دلکشی تھی
حیات نامعتبر تھی گویا، ترے غمِ معتبر سے پہلے
بغیر حبِ رسولِ اکرم خدا بھی تم کو نہ مل سکے گا
حفیظ منزل کی گر طلب ہے گذر لو اس رہگذر سے پہلے

حفیظ کی نظم "آئینہ سیرت رسول مقبولؐ" کے اشعار بھی خوب ہیں:-

چراغ دین وایماں یوں فروزاں کر دیا تُو نے
دلِ انساں کو رشک ماہ تاباں کر دیا تُو نے

درندوں کو بھی سفاکی پہ جن کی شرم آتی تھی
انہیں کو مظہرِ آداب انساں کر دیا تُو نے

وہ جن کی جاہلیت کا زمانہ بھر میں شہرہ تھا
انہیں کو علم و دانش کا نگہباں کر دیا تُو نے

ترا پیغام سرتا پا محبّت ہی محبت ہے
محبّت کو ہر افسانے کا عنواں کر دیا تُو نے

زمانہ معترف ہے تیرے کردارِ مثالی کا
دلِ دشمن کو بھی اپنا ثنا خواں کر دیا تُو نے

بیکل اتساہی، اجمل سلطان پوری اور شمس الہ آبادی کی کئی کئی کتابیں نعتیہ مجموعوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ مثلاً جلوۂ حرم، دیارِ حرم، زائرِ حرم، جھرمٹ، پرچم نور، اشکِ مسرت، روح کائنات، رشید عرب، مہمان عرش وغیرہ، لہٰذا بخوفِ طوالت صرف ان کے ناموں پر ہی اکتفا کرتے ہوئے ذیل کے چند نعتیہ اشعار اپنے جواں سال مصنفوں کے خوش آئند مستقبل کا اشارہ کرتے ہیں:

میں جی رہا ہوں جس پہ وہ ارماں تمہیں تو ہو
یا سیدالبشر مرا ارماں تمہیں تو ہو

ہے تمنا کہ ضیائے رخِ انور دیکھوں
خواب ہی میں سہی پر شکل پیمبرؐ دیکھوں
شمع کی طرح جلوں عشقِ محمدؐ میں ادیب
خانۂ دل کو شب و روز منور دیکھوں
آپکی مدح و ثنا کیلئے ہوں وقف سبھی
میری غزلیں مرے اشعار رسولِ عربی

(تزئین حیات - از پروفیسر ادیب)

درِ نبیؐ پہ جسے باریاب دیکھا ہے
اس ایک ذرّے کو پھر آفتاب دیکھا ہے
فرازِ عرش پہ معراج ہے محبت کی
یہ دل نے فیضِ رسالت مآب دیکھا ہے
خدا نے ایک محمدؐ میں دیدیا سب کچھ
کریم کا کرم بے حساب دیکھا ہے

(ارم لکھنوی)

کوئی بھی انساں ہو، جیسا بھی وہ انساں کیوں نہ ہو
گروہ انساں ہے محمدؐ کا ثنا خواں کیوں نہ ہو
جس نبیؐ کی رفعتیں وہم و گماں سے بھی بلند
اس نبیؐ کو دیکھکر جبریلؑ حیراں کیوں نہ ہو
کر رہا ہے خود خدا جس کی ثنا خوانی قسیم
اس نبیؐ کی مدح خوانی میرا ایماں کیوں نہ ہو

(سید قسیم الحق قسیم گیاوی)

بے جان کنکری نے کہا یہ رسولؐ ہیں
انگلی کے اک اشارے سے شق ہو گیا قمر
چشمِ زدن میں فرش سے تا عرش تھے حضورؐ
جبریلؑ بھی پہنچ نہ سکے جس مقام پر
شمعِ جمالِ قدس کے پروانے بن گئے
عثمانؓ ہوں، علیؓ ہوں، ابوبکرؓ، یا عمرؓ
اوصاف آپکے ہوں بیاں اور تاج سے
"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

(تاج پیامی - جگدیش پوری)

مجھے اس حقیقت کا شدید احساس ہے کہ سیکڑوں بلکہ اس سے بھی زیادہ نعت گو شعرائے اُردو کا تذکرہ اس مضمون میں نہ ہو سکا، جو اپنی خوبتر نعتوں کے پیش نظر تفصیلی جائزے کے مستحق و سزاوار تھے۔ مجھے اپنی نارسائی و بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔

آخر میں راقم الحروف اپنی ایک نعت کے چند اشعار درج کر رہا ہے۔ گویا:
"میں بھی لگا کے خون شہیدوں میں مل گیا" کیا عجب یہی میرے لئے ذریعۂ نجات ہو:

گلی طیبہ کی رشکِ کہکشاں معلوم ہوتی ہے
زمیں خجلت دہِ ہفت آسماں معلوم ہوتی ہے

تمہاری یاد مجھکو حرزِ جاں معلوم ہوتی ہے
محبت ہی متاعِ لامکاں معلوم ہوتی ہے

جو دیکھو چشمِ حق بیں سے انہیں کی جلوہ آرائی
یہاں معلوم ہوتی ہے، وہاں معلوم ہوتی ہے

مزاجب سے ملا ہے، مدحتِ خلقِ مجسّم کا
زبانِ شوق کیا رطب اللساں معلوم ہوتی ہے

پڑھا کرتا ہوں جب میں نعتِ شیریں اس شہہِ گل کی
تو مصری کی ڈلی مُنہ میں زباں معلوم ہوتی ہے

تصوّر جانِ رحمت کا ہے اے برقؔ آخرِ دم
کہ بخشائش اسی میں بے گماں معلوم ہوتی ہے۔

تاریخ

(علامہ قتیل مدظلہ)

تصنیف برق سلمہٗ آمدہ بدست
تفصیل نعت گوئی اربابِ حق شنو
پُرسد اگر ز سال طباعت کسے قتیل
تاریخ نعتِ پاک بہ اُردو اَدب، بگو

۱۹۷۴ء

ایضاً

اوّل تو ہے دلکش ہی نہیں ایسی کوئی
اور ہے بھی اگر تو بخدا شاعری یہ
تاریخ کہی میں نے یہ برجستہ قتیل
ہے نعتیہ اُردو کی بجا شاعری یہ

۱۳۹۳ھ

کتابیات

(کتابیں جو اس مقالہ کے لئے زیر مطالعہ رہیں)

۱- قرآن حکیم ترجمہ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی

۲- مشکوٰۃ شریف

۳- قصیدہ بردہ شریف از حضرت محمد بن سعید بن حماد البوصیری رح

۴- مثنوی معنوی مرتبہ نکلسن

۵- کلیاتِ سعدی " محمد علی فروغی

۶- " عرفی " جواہری، غلام حسین

۷- " جامی " رکن الدین فرخ

۸- " اقبال فارسی

۹- " " اردو

۱۰- دیوان غالب فارسی " امیر حسن نورانی

۱۱- عین المعارف از مولانا آسی غازیپوری

۱۲- حدائق بخشش " احمد رضا خانصاحب

۱۳- دیوان شاہ نیاز بریلوی۔ مرتبہ ڈاکٹر احمد حسن

۱۴- محامد خاتم النبیین از منشی امیر مینائی

۱۵- مثنوی نہ سپہر از امیر خسرو دہلوی

۱۶- فارسی شیریں از پروفیسر صدر الدین

۱۷- فارسی شکریں از ڈاکٹر محمد صدیق

۱۸- ارمغانِ نعت " والی آسی

۱۹- کلیات حسرت موہانی

۲۰- " اختر شیرانی

۲۱- روحِ ادب از جوش ملیح آبادی

۲۲- مسدسِ مد و جزرِ اسلام از مولانا حالی

۲۳- تصویرِ نور از نواب عزیز جنگ ولا

۲۴- شاہنامۂ اسلام از حفیظ جالندھری

۲۵- انتخاب کلام محمد قلی قطب شاہ از ڈاکٹر صدیقی

۲۶- مصحفی اور اس کا کلام از ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

۲۷- کلام انشا از محمد عسکری

۲۸- افکارِ سودا از ڈاکٹر شارب ردولوی

۲۹- دیوان ولی اورنگ آبادی از ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی

۳۰- کلیاتِ نظیر اکبر آبادی

۳۱ - جذبات اکبر از شاہ محمد اکبر داناپوری
۳۲ - تجلیاتِ قتیل از علامہ قتیل داناپوری
۳۳ - فکرِ جمیل از علامہ جمیل مظہری
۳۴ - انتخاب کلام حکیم مومن خاں مومن
۳۵ - گلستانِ سخن محمودہ از بی بی محمودہ پھلواروی
۳۶ - تزئینِ حیات از پروفیسر ادیب گیاوی
۳۷ - مثنوی سحرالبیان از میر حسن دہلوی
۳۸ - " گلزارِ نسیم " دیاشنکر نسیم
۳۹ - " سوز و گداز " علامہ شوق نیموی
۴۰ - نشاطِ روح " اصغر گونڈوی
۴۱ - سیرت خاتم النبیینؐ " جلال الدین احمد جعفری
۴۲ - روحِ اقبالؒ " ڈاکٹر یوسف حسین خاں
۴۳ - شعر الہند از سید سلیمان ندوی
۴۴ - اقبال کا فلسفہ حیات و شاعری
از قاضی عدیل عباسی
۴۵ - ساز و آہنگ از فیضی
۴۶ - منحمنا از عبدالعزیز خالد
۴۷ - صلصلۃ الجرس از عمیق حنفی
۴۸ - آئینہ از تاج پیامی

۴۹ - گلبانگ حرم از حمید صدیقی
۵۰ - ارمغان حرم " اقبال سہیل
۵۱ - مولود شہیدی " مولوی غلام امام شہید الہ آبادی
۵۲ - مولود سعیدی " محمد علی خاں سعید لکھنوی
۵۳ - زیور ایماں " سعید لکھنوی
۵۴ - میلاد اکبر " اکبر وارثی میرٹھی
۵۵ - میلاد طپش " سید چراغ علی طپش گورکھپوری
۵۶ - میلاد نامہ " خواجہ حسن نظامی
۵۷ - میلاد مقبول " کیف المسلمی امروہوی
۵۸ - میلاد گوہر " گوہر علی خاں گوہر رامپوری
۵۹ - تحفۃ الرسول " شاہ معین الدین احمد آروی
۶۰ - مولود سعدی " لامعلوم
۶۱ - ریاض رضواں " ریاض خیرآبادی
۶۲ - الہامات شاد " شاد عظیم آبادی
۶۳ - دکن میں اردو " نصیر الدین ہاشمی
۶۴ - بہار میں اردو کا ارتقا از
ڈاکٹر اختر اورینوی
۶۵ - بادۂ عرفاں از پروفیسر حفیظ بنارسی

ماہنامے

۱- "ماہِ نو" کراچی - سیرت نمبر ۶۲-۱۹۶۳ء

۲- "ہُدیٰ" اردو ڈائجسٹ رسول نمبر ۱۹۷۲ء

۳- "الحسنات" " رامپور حج نمبر ۱۹۷۳ء

۴- "المیزان" کچھوچھہ شریف فائیل ۷۲-۱۹۷۱ء

۵- "المجیب" پھلواری شریف " ۷۲-۷۱-۱۹۷۰ء

۶- "محراب" اردو ڈائجسٹ، دہلی - اگست ۱۹۷۳ء

۷- "ہُدیٰ" خواجہ غریب نواز نمبر ۱۹۶۸ء

۸- "ہما" اردو ڈائجسٹ غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۹- "دین دنیا" دہلی فائیل ۷۱-۱۹۷۰ء

۱۰- "آستانہ" دہلی " ۷۰-۱۹۶۵ء

۱۱- "اعلیٰ حضرت" بریلی شریف فائیل ۱۹۷۲ء

۱۲- "جامِ نور" کلکتہ ۱۹۶۸ء

مطبوعہ - نیشنل لیتھو پریس پٹنہ

مصنّف کی دوسری اہم کتابیں

① غور و فکر (تنقیدی مجموعہ) زیرِ طبع

② شائیگاں (شعری مجموعہ) 〃

③ شاہ اکبر داناپوری (حیات و شاعری)
(تحقیقی مقالہ جس پر پٹنہ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی) تشنۂ طبع

دانش اکیڈیمی، ملکی محلہ، آرہ (بہار)